امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ میرے استاذ مولانا محمد طیب مظاہریؒ
■ مساجد شعائر اسلام
■ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی
■ کانگریس کے لیے کرو یا مرو کی صورت حال
■ اخبار جہاں، طب وصحت
■ ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۵؍صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

عدلیہ، انصاف اور دار القضاء

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

کسی بھی سماج میں لڑائی، جھگڑا، تو تکار اور گڑبڑ فطری بات ہے، ایسے معاملات کو حل کرنے کیلئے لوگ خاندان اور سماج کے تجربہ کار بزرگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے فیصلہ کو مانتے ہیں، یہ اختلاف ذرا بڑا ہو، تو اکثر وبیشتر حضرات خاندان اور سماج کے بزرگوں کے بجائے حکومت کی عدالتوں میں جاتے ہیں، صرف اس لئے کہ عدالتیں اپنے فیصلہ کو نافذ کرانے کیلئے پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت بھی رکھتی ہے، اسی طاقت اور صلاحیت کے لئے قانون اسلامی کی اصطلاح میں قوت نافذہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ قوت نافذہ یا پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت، "فیصلہ" کا حصہ نہیں ہے، فیصلہ کا مطلب ہے قانون کے مطابق حق اور سچ کا اظہار، کسی بھی معاملہ میں سچ کو جھوٹ سے الگ کرنا، دعویٰ اور دلیل کی مطابقت دیکھنا، شہادتوں کا جائزہ لینا، اور نتیجہ تک پہنچ کر فیصلہ سنا دینا، فیصلہ کرنے والے کی بنیادی ذمہ داری یہی ہے۔

فیصلہ کرنے والوں کی فطری صلاحیت، علمی لیاقت اور صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی قوت یکساں نہیں ہوتی، جیسے جیسے وقت گذرتا جارہا ہے، فیصلہ کرنے والوں کی غیر جانبداری بھی مشتبہ ہوتی جارہی ہے، یہ غیر جانبداری فیصلہ کرنیوالے کیلئے بہت اہم ضرورت اور بڑی قیمتی صفت ہے، اسلامی قانون کی زبان میں فیصلہ کرنے والے کیلئے "عدالت" کی شرط بھی ہے، جس کے دائرہ میں غیر جانبداری بھی آتی ہے، حکومت کی عدالتوں میں فیصلہ کرنے والوں کیلئے بھی یہ شرط موجود ہے، اور ججوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ وطن سے محبت اور قانون کے احترام کے جذبہ کے تحت غیر جانبدار رہیں گے، اور ایسا فیصلہ کریں گے، جو انکی لیاقت، قابلیت اور شہادت کے لحاظ سے درست ہو۔ ان فیصلوں میں سچ کی حمایت اور حق کا اظہار ہوگا، غیر جانبداری اور دیانتداری ہر حال میں برقرار رہے گی۔

اولاً فیصلے کرنے والوں کی فطری صلاحیت اور علمی لیاقت میں بڑا فرق و فاصلہ ہوتا ہے، جس کے اثرات عدالتوں کے فیصلوں میں محسوس کیے جاتے ہیں، پھر علاقائی روایات، ذات پات کی تفریق، اور رائے عامہ کا دباؤ فیصلوں پر اثر انداز ہوتا رہا ہے اور نہ صرف ذیلی عدالتوں کے فیصلے ان احساسات سے متأثر نظر آتے ہیں بلکہ اونچی عدالتوں کے فیصلوں میں بھی یہ عناصر کام کر جاتے ہیں اور انصاف دینے والے ارادی یا غیر ارادی طریقہ پر انصاف کا خون کر دیتے ہیں۔

مثلاً پٹنہ میں سڑک کے کنارے (بورنگ کنال روڈ پر) ایک مندر راتوں رات بنادیا گیا، مقامی ایڈمنسٹریشن نے مندر کو ہٹانا چاہا، تو پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک جج صاحب مندر کے پاس کرسی لگا کر بیٹھ گئے، یہ بھی سچائی ہے کہ وہ دفتری کام کا وقت نہیں تھا اور نہ ہائی کورٹ کی کرسی پر وہ بیٹھے تھے، وہ بازار میں فروخت ہونے والی لکڑی کی معمولی سی کرسی تھی، جو عام طور پر چائے ناشتہ کے معمولی ریسٹورنٹ میں پائی جاتی ہے، ہائی کورٹ کے فاضل جج صاحب ویسی کرسی پر یہ کہتے ہوئے بیٹھے کہ

The Judgeo are always and every time judeges.Judgment needs not High Cour, Buiddig, the needs a judge.

فاضل جج صاحب کی اس تشریح کا ذہنی پس منظر کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

دوسرے یہ بھی حقیقت ہے کہ وطن عزیز میں عدالتوں کی غیر جانبداری اور شک وشبہ سے بالاتر دیانتداری پر بھی انگلیاں اٹھنے لگی ہیں اور مختلف پہلوؤں سے ایسے سوالات سامنے آرہے ہیں جو ججوں کی ایمانداری پر پائی جانے والی بے چینی کو ظاہر کرتے ہیں، یہ آوازیں ابھی بلند نہیں ہیں، نہ کسی گروپ وجماعت نے اس کو اپنے ایجنڈا کا حصہ بنایا ہے، جس کی وجہ احترام عدالت کا قانون (آرٹیکل ۲۱۵) کنٹمپٹ آف کورٹ (Contempt of Court) ہے، لیکن عدالتوں کے بارے میں دانشوروں کا ذہن بہت صاف نہیں ہے، اور نہ ان کی ایمانداری اور غیر جانبداری پر بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ بہت ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے کہ سپریم کورٹ کے فاضل اور قابل احترام ججوں کے سامنے بھی یہ حقیقت رہی ہے، شاید اسی لئے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن کو یہ کہتے ہوئے ججوں کا دفاع کرنا پڑا کہ "محض مٹھی بھر جج الزامات کے گھیرے میں ہیں، میرے خیال میں، اونچی عدالتوں کے جج صاحبان میں بڑے پیمانہ پر بھرشٹاچار پھیلا ہوا نہیں ہے"۔ چیف جسٹس محترم نے یہ بھی کہا کہ "ججوں کو اپنی جائیداد کی سالانہ تفصیل بتانا ضروری نہیں"

واضح رہے کہ یہ سوال چیف جسٹس محترم سے اسی پس منظر میں کیا گیا تھا کہ جسٹس ایس پی بھروچا نے کہا تھا کہ ۲۰ (بیس) فیصد جج بے ایمان (بھرسٹ) ہیں۔ اسی طرح ادارہ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے ایک سروے کے مطابق ۶۳ فیصد دیس کے رہنے والوں نے عدلیہ کو بے ایمان (بھرسٹ) بتایا تھا۔ چیف جسٹس محترم نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ "میری رائے ہے کہ موجودہ جسٹس حضرات میں بے ایمانوں کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہے، یقینی طور پر یہ اعداد وشمار مبالغہ آمیز ہیں۔" (بحوالہ روزنامہ "ہندوستان" ہندی، دہلی ۲؍۵؍۷؍۲۰۰۷ء)

عدلیہ کے وقار کو باقی رکھنے کیلئے خود جسٹس کے جی بالا کرشنن بے حد فکر مند ہیں، اور عدلیہ کا دفاع کرتے ہوئے بھی انہوں نے مانا ہے کہ موجود جسٹس حضرات میں بے ایمانوں (بھرسٹ) کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے "جتنا کچھ لوگ کہتے ہیں" پھر بھی انہوں نے وزیر اعظم کو مشورہ دیا کہ بھرشٹاچار کے معاملات کے فوری حل کے لئے خصوصی عدالتیں بلا تاخیر قائم کی جائیں، اور وزیر اعظم نے چیف منسٹروں اور چیف جسٹسوں کی مشترکہ کانفرنس میں چیف جسٹس آف انڈیا مسٹر کے جی بالا کرشنن کے احساسات اور تجویز کا ذکر کیا، وزیر اعظم نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور کہا کہ ایسا کرنے سے عدالتوں کو اندرون اور بیرون ملک زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل ہوگا۔ (دینک جاگرن ۲۰؍اپریل ۲۰۰۸ء)

اطلاعات یہ ہیں کہ چوبیس ہزار ایک سوتیس مقدمات فائلوں میں لپٹے پڑے ہیں، انسداد بدعنوانی ایکٹ ۲۰۰۷ء کے تحت یہ سارے مقدمات ابھی تو بھرشٹاچار کو مٹانے کے بجائے بڑھانے میں لگے ہیں، فیصلہ میں جتنی دیر، انصاف میں جتنی تاخیر ہوگی، داغیوں اور خاطیوں کو پر پرزے پھیلانے میں مدد ملے گی، اور بے ایمانی کو دور کرنیکا میکنزم بے ایمانی کو بڑھانے کا وسیلہ بھی بن سکتا ہے، اسی لئے وزیر اعظم منموہن سنگھ نے کہا کہ "عدالتی نظام کو بہتر بنانے کیلئے چیف جسٹس کے مشوروں پر فوری عمل درآمد کی ضرورت سے اتفاق کرتا ہوں چیف جسٹس نے کہا کہ انسداد بدعنوانی ایکٹ کے تحت اسپیشل ججوں کی تقرری کے بعد یہ بھی ضروری ہیکہ یہ جج صرف بدعنوانی سے متعلق مقدمات کا ہی نپٹارہ کریں۔ (اردو ٹائمز بمبئی ۲۱؍اپریل ۲۰۰۸ء)

ججوں کی کمی اور مقدمات کی زیادتی کی وجہ سے چیف جسٹس محترم کی یہ تشویش درست ہے کہ اگر ان ججوں کو بھی دوسرے مقدمات کی سماعت اور فیصلے میں لگا دیا گیا تو بدعنوانی کے مقدمات کے فیصلہ میں دیر ہوتی چلی جائے گی، اس لئے نئے جج صرف بدعنوانی کے مقدمات کے فیصلے کریں، یہ چیف جسٹس کی خواہش ہے، یہ خواہش خود بتاتی ہے کہ بدعنوانی کے مقدمات کو جلد تر نبٹانا کتنا ضروری ہے، اور بدعنوانی کا مرض کہاں تک پہونچ چکا ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ "انفرادی خوشحالی" کیلئے بدعنوانی اور رشوت "اجتماعی مرض" بن چکا ہے، یہ بدعنوانی کے معاملات فیصل کرنے والے جج حضرات بدعنوانی کے مقدمات سنتے سنتے خود بھی بھرسٹ نہ ہو جائیں، اس کا خطرہ بہرحال ہے، مرکزی تفتیشی بیورو (سی بی آئی) کی غیر جانبداری کو سب مانتے ہیں، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سی بی آئی کے بعض افسران کی رشوت خوری اخبارات کے صفحات پر آچکی ہے۔

عدالتی فیصلوں کی ناہمواری ایک معلوم اور معروف راز ہے، جس پر چوپالوں سے لے کر ایوانوں تک میں سرگوشیاں ہوتی ہیں، جج صاحبان کے یہاں شادی بیاہ میں فائیو اسٹار کلچر کی دخل اندازی نے ان کی ایمانداری کو اور بھی مشتبہ بنا دیا ہے، عوامی زندگی سے دور رہنے والے جج حضرات کے یہاں شادیوں میں لگی بھیڑ اور مہمانوں کی کثرت بھی بہت سی ایسی کہانیاں جنم دیتی ہیں جنہیں صرف نگاہیں پڑھتی ہیں، اور حواس سمجھتے ہیں، ہمارے موجودہ چیف جسٹس صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہا ہے کہ جج صاحبان کے اعمال رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ (RTI ACT) کے دائرہ میں نہیں آتے۔ (بقیہ صفحہ ۶؍ پر)

انمول موتی

☆ جب رب راضی ہونے لگتا ہے تو بندے کو اپنے عیبوں کا پتہ چلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہی اس کی رحمت کی پہلی نشانی ہے ☆ زندگی میں طوفان آنا بھی ضروری ہے تاکہ پتہ چلے کہ کون ہاتھ پکڑ کر بھاگ رہا ہے اور کون ہاتھ چھوڑ کر ☆ جن باتوں پر جھگڑا کر کے لوگ مٹی کے نیچے دفن ہو جاتے ہیں، اگر ان ہی باتوں پر مٹی ڈال دی جائے تو یہ نوبت ہی نہیں آئے ☆ دوسروں پر کیچڑ مت اچھالو، اس سے اس کے کپڑے خراب ہوں یا نہ ہوں، تمہارے ہاتھ ضرور خراب ہو جائیں گے۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"ہم ہندوستانی بناتے بناتے کب بہاری اور گجراتی بنا دیے گیے، پتہ ہی نہیں چلا، آزادی کے پہلے سے ہی قومیت کی تعمیر کا کام چل رہا تھا، کشمیر کے جواہر لال نہرو والہ آباد کو اپنا میدان عمل بناتے ہیں اور آنند بھون کتنے اہم فیصلوں کا گواہ بنتا ہے، گاندھی جی کی تحریک کو چمپارن بلندی عطا کرتا ہے، وہ موہن داس سے باپو بنتے ہیں، ہندی بولنے والے علاقہ نے ہر زمانہ میں اپنی حصہ داری نبھائی لیکن ان کے حصے میں آئی مزدوری۔" (پربھات رنجن، ہندوستان ۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

سخاوت وفیاضی - مومنانہ صفات:

﴿اور ہم نے تم کو جو روزی دی ہے، اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آنے لگے، پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے مالک! کاش آپ نے مجھے تھوڑی اور مدت تک مہلت دی ہوتی تو میں خیرات کرتا اور نیک بندوں میں ہو جاتا، اللہ ہرگز کسی کو مہلت اور نہ دے گا، جب کسی کی موت کا وقت آجائے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے﴾ (سورۂ منافقون:۱۱)

مطلب: اس آیت میں اللہ رب العزت نے بہت ہی موثر انداز میں بندوں کو اپنی دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرنے پر ابھارا ہے اور کہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ جانکنی کے وقت تمنا کرنے لگو کہ کاش مجھے کچھ اور مہلت دی جاتی؛ تاکہ صدقہ وخیرات کرتا، مگر وہ وقت نکل چکا ہوگا اور وہ کف افسوس کرتا ہوا اللہ سے جا ملے گا اور وہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے، اس لیے اللہ نے جن لوگوں کو مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے، انہیں چاہیے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے خوشدلی کے ساتھ مال کو راہ خدا میں خرچ کریں، کیوں کہ ایمان کے بعد اسلام کے دو سب سے اہم رکن نماز اور زکوٰۃ ہیں، زکوٰۃ کی اصلی روح یہی سخاوت وفیاضی ہے، جس طرح نماز کی عبادت ہر قسم کے حقوق الٰہی کی بنیاد ہے، اسی طرح سخاوت اور فیاض بندوں کے ہر قسم کے حقوق کی اساس ہے، جب تک کسی میں یہ صفت پیدا نہ ہوگا، اس میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا جذبہ نہ ہوگا، قیامت کے دن صاحب ایمان جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ کس جرم میں دوزخ میں ڈالے گئے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نہ تو نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جسے اللہ نے مال عطا کیا، پھر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، قیامت کے دن اس کے مال گنجے سانپ کی شکل بنادی جائے گی، اس کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اس کی گردن میں اس کو لپیٹ دیا جائے گا، پھر وہ اس شخص کے جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تمہارا خزانہ ہوں، وہ چیخے گا، پکارے گا، مگر وہاں کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی، اس دن کے آنے سے پہلے ہم کو اپنے دل کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہمارے سرمایہ دار طبقہ کو ملت کے لیے جو کرنا چاہیے، وہ نہیں کیا، ہم نے دولت اپنے عیش وآرام اور اپنے بال بچوں کے لیے جمع کیا، اکثر یہ دولت ہمارے گھر کی چہار دیواری اور ہمارے محدود گھرانے سے آگے نہیں بڑھی۔ یاد رکھیے کہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿**یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم**﴾، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا۔ آج وہ معاشرہ خوشحال ہے جہاں مالدار اپنے غریب محتاج اور ضرورت مند رشتہ داروں، پڑوسیوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، اس لیے جب تک مالی قربانیوں کا جذبہ نہیں ابھرے گا، اس وقت تک مسائل دور نہیں ہوں گے، اس وقت ضرورت ہے کہ مزاج میں تبدیلی لائی جائے، صدقہ وخیرات کرکے اللہ کی رضا حاصل کی جائے، اس لیے جو کچھ کرنا ہے وقت سے پہلے کر گذریئے اور اس میں ڈھیل نہ دیجئے کہ جب جان حلق تک آجائے تو آپ کہیں کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا، حالانکہ وہ تو اب آپ کے بعد فلاں کا ہو ہی چکا ہے۔

پانچ روحانی بیماری:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہوگا، اس قوم میں اللہ تعالیٰ دشمن کا خوف اور دہشت پھیلا دے گا، جس معاشرہ میں زنا کی وبا عام ہوگی، وہ فنا کے گھاٹ اتر کر رہے گا، جس سوسائٹی میں ناپ تول میں بددیانتی کا رواج عام ہوگا، وہ رزق کی برکت سے محروم ہو جائے گا، جہاں ناحق فیصلے ہوں گے، وہاں خونریزی لازما ہو کر رہے گی اور جس قوم نے بدعہدی کی، اس پر دشمن کا تسلط بہرحال ہو کر رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

وضاحت: آج ہمارا معاشرہ مختلف طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہے، امانت میں خیانت کرنے کا ایک عام مزاج بنتا جارہا ہے، کہیں مال ودولت میں خیانت ہو رہی ہے، تو کہیں دفتروں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور وملازمین اپنی ڈیوٹی میں خیانت کرتے ہیں، جس سے ہماری صداقت ودیانت مشکوک ہوتی جارہی ہے اور آخر میں فتنہ وفساد کا ماحول بن جاتا ہے، اسی طرح زنا اور ناجائز جنسی تعلقات سے معاشرہ میں تکدر اور گھٹن کی مسموم فضا پیدا ہوتی ہے اور بقول حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کہ زنا کے زہریلے اثرات سے انسان کے اندر بھلے اور برے کی تمیز تک باقی نہیں رہتی؛ بلکہ اور خباثت مرغوب ہو جاتی ہے، حلال وحرام کی بحث نہیں رہتی ہے اور جو عورت اس کو پسند آتی ہے، اس کا اصلی مقصد اس سے زنا کرنا اور اس کو زنا کاری کے لیے راضی کرنا ہوتا ہے؛ اس لیے قرآن کریم اور حدیث شریف میں تمام جرائم میں فحش ترین جرم زنا کو قرار دیا اور اس کی سزائیں بھی سخت مقرر کی ہیں۔ مذکورہ حدیث میں کہا گیا کہ جس معاشرہ مین ناپ تول میں کمی وبیشی کا رواج ہوگا، ڈنڈی مارنے کی عادت ہوگی تو اللہ تعالیٰ رزق کی برکت اٹھالیں گے اور اگر عدل وانصاف سے فیصلے نہ ہوں گے تو دوسرے فریق کے اندر انتقام کا جذبہ ابھرے گا اور پھر اس کے بعد خونریزیاں ہوں گی اور حق وصداقت کے ساتھ فیصلے ہوں تو باہمی اعتماد واعتبار کی فضا قائم ہوگی اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوگی اور آخری بات یہ ہے کہ جس قوم میں عہد وپیمان کا پاس ولحاظ نہیں ہوگا، تو اس قوم پر اللہ تعالیٰ دشمن کو مسلط فرمادیں گے۔ اللہ ہم سب کی زندگی میں خوشحالی لا اور کاروبار میں برکت دے۔ آمین

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

صفر اور سفر میں بدشگونی لینا لغو ہے:

(۱) ماہ صفر کے متعلق بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس لیے اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) سفر کے دوران راستہ چلتے ہوئے اگر بلی راستہ کاٹ دے تو بہت سے لوگ اس کو بدشگونی پر محمول کرتے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے ہیں اور سفر کے تعلق سے طرح طرح کے خیالات واندیشے ذہن ودماغ میں آنے لگتے ہیں، شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

نفع اور نقصان کا مالک اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر نقصان پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا، یہی اسلامی تعلیم ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ بھی ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿**ان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء وھو الغفور الرحیم**﴾ (سورۃ یونس:۱۰۷)

(اور اگر پہنچا دیوے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو، پہنچائے اپنا فضل اپنے بندوں میں اور وہی ہے بخشنے والا مہربان۔) یعنی اللہ رب العزت تکلیف وراحت اور بھلائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے، بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جس پر فضل ورحمت فرمانا چاہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اس سے محروم کردے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کے قوانین کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، جب مانگنا ہو تو اسی سے مانگو اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد مانگو اور جان لو کہ اگر پوری امت اور دنیا کے سارے لوگ اس بات پر مجتمع ہو جائیں کہ تمہیں کچھ بھی نفع پہونچائیں تو وہ نفع نہیں پہونچا سکتے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہونچانا چاہیں تو نقصان نہیں پہونچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے طے کر رکھا ہے۔

"**عن عبداللّٰہ بن عباس قال: کنت خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوما فقال: یاغلام إنی اعلمک کلمات احفظ اللّٰہ یحفظک احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک إذا سألت فسئل اللّٰہ وإذا استعنت فاستعن باللّٰہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک إلا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک وان اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضرک إلا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف**". (سنن ترمذی، قبیل ابواب صفۃ الجنۃ:۲/۷۸۔)

نیز کسی چیز سے نیک فال لینا تو محمود ومستحسن ہے، جبکہ بری فال لینا مذموم وممنوع ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، البتہ نیک فال اچھی چیز ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ فال کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی شخص سنے (اور اس سے اپنی مراد پانے کی توقع کرے)۔

"**عن ابی ھریرۃ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لا طیرۃ وخیرھا الفال قالوا: وما الفال؟ قال: الکلمۃ الصالحۃ یسمعھا احدکم**". (صحیح البخاری، باب الطیرۃ:۲/۸۵۶۔ صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر:۲۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"**لا عدوی ولا طیرۃ ویعجبنی الفأل الکلمۃ الحسنۃ، الکلمۃ الطیبۃ**". (صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر:۲۲۲۴)

بلکہ بعض وہ چیزیں جو زمانہ جاہلیت سے ہی لوگوں کے درمیان چلتی آرہی تھیں، مثلاً بیماری کا خود سے ایک دوسرے کو لگنا، پرندوں وغیرہ کے ذریعہ بدشگونی اور صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا اور اس میں بلا ومصیبت کے نزول کا اعتقاد رکھنا، ان ساری چیزوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اصل اور باطل قرار دیا۔

"**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر**. (رواہ البخاری، عن أبی ھریرۃ، باب لا ھامۃ: ۲/۸۶۷)

لہٰذا صورت مسئولہ میں ماہ صفر کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں آفات وبلا اور حوادث ومصائب کا نزول ہوتا ہے، اسی طرح راستہ چلتے ہوئے بلی کے راستہ کاٹ دینے سے بدشگونی لینا اور راستہ کو پُرخطر سمجھنا، یہ سب زمانہ جاہلیت کی یادگار اور مشرکانہ طور وطریق اور عادات ہیں، جو باطل، لغو اور بے اصل ہیں، ایک صاحب ایمان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عقائد کو درست رکھے اور اس طرح کے عقائد باطلہ سے اپنے آپ کو بچائے، اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد وبھروسہ رکھے؛ کیوں کہ ہوگا وہی جو قادر مطلق کی مرضی ہوگی، اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا۔

اس لیے کسی چیز سے بدفالی لے کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ خوف واندیشہ اور ناامیدی میں مبتلا کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیه بهار اڑیسه وجهار کهنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۵/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

اصحابی کالنجوم

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنے محبوب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے منتخب کیا تھا، یہ عام انسانوں سے بہت بلند وبرتر حضرات تھے، انہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تھا، زیارت وملاقات اور صحبت سے کسب فیض کیا تھا، اللہ رب العزت ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی تھے، اسی لیے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو گرد اڑی اس کے مقابل کوئی دوسرا شخص نہیں ہوسکتا، یہ وہ جماعت ہے جس کی عظمت کی گواہی مع اہل بیت قرآن واحادیث میں مذکور ہیں، ان کے آپس کے درجات اللہ کے نزدیک الگ الگ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ سابقون اولون، اصحاب بدریین، امہات المؤمنین کے فضائل ومناقب اور عشرہ مبشرہ کا مقام الگ الگ ہے، لیکن عام مسلمانوں کے لیے فرمایا گیا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جن کی اقتدا کرو گے راہ راست پالو گے، ایک حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو نشانہ مت بناؤ، جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی بناء پر ان سے نفرت کیا، ایک اور روایت میں ہے جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا، ایک جگہ فرمایا: آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، جس کے ساتھ اس نے محبت کی، اس اعتبار سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کا عقیدہ ہمارے دین وایمان کا حصہ ہے، اس میں حضرت معاویہؓ بھی شامل ہیں، ان میں سے کسی کو برا بھلا کہنے کی گنجائش نہیں ہے، مشاجرات صحابہ سے دین وایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لا تسبوا اصحابی** میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو گو یہ روایت ایک خاص پس منظر میں ہے، لیکن اس کا مفہوم ومدلول عام ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ اپنے شانِ ورود اور مورد کے ساتھ خاص نہیں ہے، چنانچہ ہمارے دل میں سب کے لیے عظمت ہونی چاہیے اور ان کے مقام ومنصب پر کیچڑ اچھالنا انتہائی بدبختی کی بات ہے۔

رہ گئے وہ تاریخی واقعات، لڑائی، قتل اور خوں ریزی کی داستان جن میں مختلف طبقات اور گروہوں نے افراط وتفریط سے کام لیا ہے اور بہت ساری من گھڑت اور موضوع روایات کا سہارا لے کر ان حضرات کے کردار پر گرد وغبار ڈالنے کی کوشش کی ہے، ان کو اللہ رب العزت کے حوالہ کرنا چاہئے، ان واقعات پر ہمارے ایمان وعقیدہ کا مدار نہیں ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہوا، اور جن حالات میں ہوا، اس میں فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کو بڑا دخل تھا، یہ اجتہادی فیصلے تھے اور اجتہادی فیصلے میں صواب وخطا کا امکان رہتا ہے، لیکن ہر دو صورت میں اجر کا ذکر موجود ہے، کسی کو ایک اجر اور کسی کو دو اجر ملنے کی بات کہی گئی ہے، اس لیے اس حوالہ سے بھی ہمارے لیے طعن وتشنیع کا کوئی موقع نہیں ہے۔

ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا ہے اور جس طرح صحابہ کرام خصوصاً حضرت معاویہؓ پر طعن وتشنیع کے دروازے کھولے گئے اور درجنوں کتابیں خلافت معاویہ ویزید پر تصنیف کی گئیں، پھر جواب الجواب کا سلسلہ چلا، اس سے امت کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، بلکہ اس جماعت کی عظمت سے انکار کا مزاج بنا، چھوٹے چھوٹے لوگ اجلہ صحابہ پر کیچڑ اچھالنے لگے، اس کے نتیجے میں دینی اقدار سے اعتماد کم ہوا اور لوگ سوچنے لگے کہ جب ان کے یہاں ایسا تھا تو ہمہ شما کس شمار میں ہیں، اس سے ملت کو جو نقصان پہونچا اس کی تلافی انتہائی دشوار ہے اور اب بھی یہ سلسلہ لوگ جاری رکھے ہوئے ہیں جو نہ اسلام کے لیے فائدہ مند ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے۔

علاقائی عصبیت

جس طرح شرم وحیا ختم ہوجائے تو آدمی کچھ بھی کر گذرتا ہے، اسی طرح جب سیاست میں اخلاقیات نے دم توڑا تو وہ سارا کچھ ہونے لگا جو انہونی کہا جاتا تھا، انہیں میں سے ایک علاقائی اور ریاستی عصبیت ہے، جس نے گجرات میں اس زور وشور سے سر اٹھایا ہے کہ شمالی ہندوستان کے مزدور جو وہاں برسوں سے کام کر رہے تھے، انہیں اپنی ملازمت چھوڑ کر بھاگنا پڑ رہا ہے، ان کے اندر مار، کاٹ، قتل وغارت گری اور خون ریزی کی ایسی دہشت پیدا کر دی گئی ہے کہ اب تک پچاس ہزار سے زائد لوگ گجرات چھوڑنے پر مجبور ہو گیے ہیں، کارخانوں میں مزدوروں کی کمی ہوگئی ہے اور ظاہر ہے اس کا سیدھا اثر پیداوار پر پڑ رہا ہے، کانگریس اور بی جے پی والے اس صورت حال کے لیے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں، بات ایک شیرخوار بچی کی آبرو ریزی سے شروع ہوئی تھی، ظاہر ہے مجرم کوئی ایک تھا، اسے قانون کے حوالہ کر کے سزا دلانی چاہیے تھی، تاکہ درندگی اور حیوانیت کے اس سلسلے کو روکا جا سکے، لیکن اس واقعہ کا سہارا لے کر گجرات خالی کرنے کا الٹی میٹم دیا گیا، کانگریس کے الپیش ٹھاکر اور دوسرے کئی سیاسی لوگوں کے بیانات بھڑکانے اور خوف ودہشت پیدا کرنے والے آئے اس کی ویڈیو کلپ بھی ٹی وی چینلوں نے جاری کیا، لیکن گجرات حکومت الپیش کو گرفتار نہیں کر سکی اور بظاہر اس کا ایسا کوئی ارادہ بھی نہیں دکھتا تو کیا شمالی ہندوستان کے مزدوروں سے گجرات کو خالی کرانے میں دونوں پارٹیوں کی ملی بھگت ہے اور یہ سارا کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق منظّم انداز میں کیا جارہا ہے۔

حالانکہ جو لوگ بھی اس آگ کو ہوا دے رہے ہیں، انہیں جان لینا چاہیے کہ گجرات کی ساری ترقی میں ستر فی صد غیر گجراتی مزدوروں کا ہاتھ ہے، جن کے خون پسینے کے دم سے یہ رونق قائم ہے، یہ مزدور شمالی ہند اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ان کے لیے بھی روزی روٹی کا مسئلہ کھڑا ہوگا، اس سے دونوں صوبوں کی معاشیات پر اس کا اثر پڑے گا، گجرات پر اس لیے کہ وہاں کی کمپنیوں کو سستے مزدور شمالی ہند سے ہی ملتے ہیں اور جس ریاست کا مزدور ہے اس کا نقصان اس لیے ہوگا کہ آمدنی رک جائے گی، معلوم ذرائع کے مطابق گجرات میں کام کر رہے مزدوروں کے ذریعہ ہر ماہ پندرہ ارب روپے بہار آتا ہے، ظاہر ہے ریاست کے لیے معاشی اعتبار سے یہ بڑا نقصان ہوگا۔

علاقائی عصبیت کی یہ آواز جو گجرات سے اٹھی ہے کوئی نئی نہیں ہے، سیاسی پارٹیاں اپنے مفاد میں مختلف ریاستوں میں مختلف اوقات میں یہ آواز اٹھاتی رہی ہیں، کبھی آسام میں اُلفا کے ذریعہ، کبھی ممبئی میں شیو سینا کے ذریعہ اور اب گجرات میں شمالی ریاست کے لوگوں کو نکال باہر کرنے کے لیے۔ پُر لطف بات یہ ہے کہ اپیش کانگریس کی جانب سے بہار ریاست کے ذمہ دار ہیں، اور مودی جی بنارس پارلیمانی حلقے سے پارلیامنٹ کے ممبر ہیں، ایسے میں کانگریس کے خلاف بہار میں اور بی جے پی کے خلاف یوپی میں زوردار مہم چل رہی ہے، اس سے کس کو فائدہ اور کس کو نقصان سیاسی طور پر پہونچے گا اس کی صحیح تصویر بعد میں سامنے آئے گی۔

لیکن اس عصبیت سے سب سے بڑا نقصان اس ملک کی سالمیت کو پہونچ رہا ہے، اس کی وجہ سے ملک کے اتحاد کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے، اور ہر ذی شعور آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ اگر ہندوستان کی تمام ریاستوں میں اس انداز کا ماحول پیدا ہوا تو ملک کے وفاقی ڈھانچہ کو کس قدر نقصان پہونچے گا؟ ہر ریاست خود مختاری کی طرف تیزی سے قدم بڑھانے لگے گا، ملک کا جو نقصان ہوگا وہ تو طے ہے، یہاں کا معاشی نظام، کل کارخانوں میں پیداوار کی کمی کی وجہ سے تباہ ہو کر رہ جائے گا، جو اب بھی روپے کی گرتی قیمت کی وجہ سے خطرے کے نشان کو پار کرتا جارہا ہے۔

اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ علاقائی بنیادوں پر کسی کو فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے، سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔

بے توجہی

بہار کی موجودہ حکومت اقلیتوں کے مسائل حل کرنے کے بارے میں بلند بانگ دعوے کرتی رہتی ہے، ان دعووں کے پیچھے عمل کی قوت دیکھنے میں نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ اقلیت سے متعلق جتنے ادارے ہیں، وہ حکومت کی بے توجہی اور سرد مہری کا شکار ہیں، سب سے زیادہ بُرا حال اقلیتی کمیشن کا ہے، ۱۶/مئی ۲۰۱۶ء سے ہی اس کی تشکیل نہیں ہوسکی ہے، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، بہار اردو اکیڈمی، گورمنٹ اردو لائبریری، بہار اسٹیٹ حج کمیٹی کا کام بغیر کسی ناخدا اور سربراہ کے چل رہا ہے، بہار مدرسہ بورڈ میں کام چلاؤ چیرمین اضافی چارج کے ساتھ کام کر رہے ہیں، بہار اردو اکیڈمی میں بھی کام چلاؤ سکریٹری سے اضافی چارج دے کر کام چلایا جارہا ہے، اردو مشاورتی کمیٹی، بہار اسٹیٹ حج کمیٹی، گورمنٹ اردو لائبریری بغیر سربراہ کے چل رہے ہیں، بہار اسٹیٹ حج کمیٹی کے چیرمین کی مدت کار ختم ہوچکی ہے، ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء سے ۵/نومبر تک حج کا فارم بھرا جانا ہے، بغیر کسی چیرمین کے اس پر کیسے قابو پایا جاسکے گا، سمجھ سے باہر ہے، یہ تمام ادارے حکومت کی بے توجہی کا شکار ہیں، سیاسی حضرات اس بے توجہی کی وجہ دو الگ الگ سمت میں لے جانے والے انجن کو قرار دیتے ہیں، ہر انجن کی سوچ یہ ہے کہ حکومت کے اس محکمہ کا گارڈ ہمارے نظریات کا ہو؛ تاکہ آئندہ پارلیمانی انتخاب میں اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جاسکے، یہ صحیح ہے کہ حکومت بہار نے اقلیتی محکمہ کے لیے نو سو کروڑ کا بجٹ مختص کیا ہے، لیکن اس کا استعمال اقلیتوں کے لیے صحیح ڈھنگ سے اور تیز رفتاری کے ساتھ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ فوری طور پر تمام اداروں میں کمیٹیاں تشکیل دی جائیں، اور ذمہ دارانہ عہدوں پر بحالیاں کی جائیں؛ تاکہ حکومت کے دعووں کا بھرم باقی رہ سکے اور کام تیزی سے نمٹایا جاسکے۔

وزیر اعلیٰ کا درد

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار کا درد سینے سے نکل کر میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں دھیرے دھیرے چھا رہا ہے، مرکزی حکومت کی جانب سے بہار کے مطالبوں پر ان دیکھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، وزیر اعلیٰ کا کہنا ہے کہ افسران مرکزی حکومت کے وزراء کی بھی نہیں سنتے اور جب ان سے پیسے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ہنسنے لگتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ دو سال سے بہار حکومت کو نیشنل ہائی وے کی مرمت کے لیے بھی کوئی رقم نہیں ملی ہے، نیشنل ہائی وے و درست رکھنے کے لیے حکومت بہار نے اپنے فنڈ سے ۲۰۰۶ء میں نو سو ستر کروڑ روپے خرچ کیے ہیں، تب جا کر شاہ راہوں کی مرمت ہوسکی ہے، مرکزی حکومت نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں کی اور حکومت بہار کو رقم نہیں فراہم کرائی گئی تو کئی تعمیراتی منصوبے التوا کا شکار ہو جائیں گے۔

بہار میں وزیر اعلیٰ نے جب بی جے پی کے اتحاد سے حکومت بنائی تھی تو لوگوں کا اندازہ تھا کہ تعمیراتی کام میں تیزی آئے گی، کیوں کہ مرکز اور ریاست میں ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ دونوں حکومتیں کام کریں گی، سیاسی پنڈتوں کو یہ بھی امید تھی کہ شاید برسوں سے بہار کو خصوصی ریاست کے درجہ دینے کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوسکا، کیوں کہ یہ دو الگ نظریات کا اتحاد ہے اور نظریاتی اتحاد نہ ہو تو ذہنی اتحاد کس طرح قائم ہوسکے گا، یہی وجہ ہے کہ توقعات جو قائم کی گئی تھیں اور امیدیں جو وابستہ تھیں، سب دھیرے دھیرے دم توڑتی جارہی ہیں، وزیر اعلیٰ کو بھی اس کا قلق ہے کہ ترقیاتی کام تیزی سے نہیں ہو پا رہے ہیں، اور مرکزی حکومت کو جو مالیاتی تعاون کرنا چاہیے، اس سے وہ مسلسل گریز کر رہی ہے، اصول ونظریات کو نظر انداز کر کے جو اتحاد کیا جاتا ہے اس کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔

یادوں کے چراغ

میرے استاذ مولانا محمد طیبؒ مظاہری

مولانا محمد شبلی القاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

میں نے جن اساتذہ سے تعلیم پائی ہے، ان کی فہرست طویل ہے، ہر استاذ کی الگ الگ شان اور پہچان ذہن ودماغ پر ثبت ہے، کئی استاذ تو نمونہ کے ملے جو قناعت، توکل، اولوالعزمی، بلند ہمتی، حق گوئی اور جفاکشی کی اعلیٰ مثال تھے، کسی نہ کسی حد تک ان کے اثرات میں اپنی زندگی میں محسوس کرتا ہوں، خوب اچھی طرح یاد ہے، میرے بچپن کا دور ہے، کھیل، کود، بھاگ، دوڑ، کبڈی، گلی ڈنڈا، اور دوسرے سامان لعب کا شوق جو عام بچوں میں پایا جاتا ہے، میں بھی ان سے الگ نہیں تھا، کھیل شباب پر ہے، دوستوں کے جھرمٹ میں دوستوں ہی سے مقابلہ، اچانک کھیل کے سبھی ساتھی چھپنے اور بھاگنے لگتے، یا ڈر سے سہم کر کھڑے ہوجاتے، کیا ہے بھائی؟ کیوں رک گئے؟ ارے چپ رہو، مولانا آرہے ہیں، کیا دور تھا، اور کیا مولانا کا رعب وجلال تھا، اور کس قدر بڑوں کی تعظیم کا ماحول تھا، مولانا جس راہ سے گذرتے کیا بچے، کیا جوان، کیا بوڑھے، سب ادب سے کھڑے ہوجاتے، مولانا بھی بڑے مستعد، تیز گام، چاق وچوبند، اصول پسند، ہر وقت رواں دواں رہنے کے عادی، آنکھوں میں چمک اور پیشانی پر ذہانت وذکاوت کا نور ہویدا، لوگوں میں خوب مقبول، قریب ودور تک متعارف، لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے متفکر، مسلمانوں کی سربلندی اور سرخ روئی کے لئے ہمہ وقت کوشاں، کبھی اس دروازہ پر پنچایت کرتے ہوئے اور کبھی اس دالان پر معاملہ سلجھاتے ہوئے، کبھی اِس گاؤں میں کبھی اُس گاؤں میں صلح کی فکر لئے ہوئے، کبھی مسکراتے اور کبھی غضبناک نظر آتے، عجب ہل چل مچی ہوتی، مولانا کی تمام ملی سماجی اور تعلیمی سرگرمیاں نظروں کے سامنے گھوم رہی ہیں، یہ تھا میرا بچپن، اور یہ تھے حضرت مولانا محمد طیب قاسمی مظاہری نوراللہ مرقدہ، اسی وقت سے مولانا کی عزت ان کا احترام دل میں جاگزیں رہا۔

قاعدہ بغدادی میں نے گاؤں کے مدرسہ محسن العلوم میں پڑھی، وہاں اس وقت ایک استاذ ہوا کرتے تھے، حافظ ابوظفر صاحب، خشیت الٰہی سے ہر وقت ان کی آنکھیں نم اور سرخ رہتی تھیں، بڑے سوز ودرد سے پڑھا کرتے،

جاگ جائے مسلمان سویرا ہوا ۔۔۔ دور سارے جہاں سے اندھیرا ہوا

اور یہ پڑھتے پڑھتے رونے لگتے، بڑے نرم دل، رقیق القلب اور شفیق استاذ، میرا کھیل کود ان کی نرمی پر حاوی وغالب تھا، ماں باپ نے کسی سخت گیر بارعب استاذ کا میرے لئے فیصلہ کیا، اب کیا تھا، میرا داخلہ مدرسہ سے ختم کرکے میرے محلّہ کے دروازہ پر اس وقت چل رہے ایک مکتب میں کرادیا گیا، وہ استاذ بھی بڑے جلالی، اصول پسند، بارعب تھے میری مراد جناب عبدالجلیل صاحب مرحوم سے ہے، جو اس زمانہ میں سپاہی کی نوکری سے مستعفی ہوکر گھر آگئے تھے، بڑی محنت سے ناظرہ تک مجھے پڑھایا، فارسی پہلی کے بھی چند اوراق پڑھائے، پھر استاذ نے میری اگلی تعلیم کے لئے مدرسہ حسینیہ کا انتخاب کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے، مجھے ساتھ لیکر مدرسہ کے لئے نکل گئے، وہ دن اور وہ وقت اور استاذ مرحوم کا میرے آگے آگے چلنا خوب یاد ہے، مدرسہ کی چہار دیواری میں داخل ہوا، مجھے لیکر مدرسہ کی آفس میں داخل ہوئے، داخل ہوتے ہی میری نگاہ سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک باوقار شخصیت پر پڑی، دیکھتے ہی ان کا رعب وجلال میرے اوپر چھا گیا، یہ تھے حضرت مولانا محمد طیب قاسمی مظاہری، جنہیں دیکھ کر گاؤں کی گلیوں میں چھپ جاتا تھا، خیر داخلہ ہوگیا، مولانا گرچہ درجہ علیا کے استاذ تھے، مگر نگاہ اور توجہ تمام طلبہ پر برابر کی تھی، اس وقت مدرسہ میں مشکوۃ شریف تک کی تعلیم ہوتی تھی، مدرسہ بڑے عروج پر تھا، میرے استاذ عبدالجلیل صاحب مرحوم اس مدرسہ کے صدر تھے، اور صوفی صفت خدا ترس انسان حضرت حافظ اختر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکریٹری، اور حضرت مولانا صدر المدرسین، یہ سب کے سب اصول پسند، معاملہ کے صاف ستھرے، اور اپنے کاموں میں جوابدہی کا خوب احساس رکھنے والے نیک لوگ تھے، جس کی وجہ سے مدرسہ روز افزوں ترقی کی شاہراہ پر تھا، مدرسہ کے تعلیمی اوقات کے علاوہ مولانا اپنے گھر پر مفت صبح وشام خصوصی تعلیم کا اہتمام کرتے تھے، جس میں عموما مدرسہ حسینہ میں پڑھنے والے طلبہ ہی ہوا کرتے تھے، بڑی محنت اور جانفشانی سے یہاں آنے والے طلبہ کو دن کا سبق یاد کراتے، سمجھاتے اور مشکلات حل کراتے، بعض کو اگلا سبق بھی پڑھاتے، گھر والوں نے مجھے مولانا کی رہائش گاہ پر بھی جاکر تعلیم حاصل کرنے کا پابند بنایا، الحمدللہ مولانا کی توجہ ملتی رہی، مولانا کی اس وقت جوانی تھی، اس وقت کی محنت، لگن، جانفشانی، خلوص ،فنی اور تدریسی مہارت کا استعمال قابل رشک تھا، فقہ اصول فقہ اور احادیث پر عبور رکھتے تھے،، علم الفرائض پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھا، مولانا بڑے متبحر عالم دین تھے، اس کے باوجود سادہ اور تکلف سے پاک زندگی گذارنے کے عادی، جھول جھال، تکلف وبناوٹ سے بہت دور تھے۔

آپ کی پیدائش مدھوبنی ضلع کے بسفی بلاک کے ایک گاؤں اسراہی میں یکم ستمبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی، تعلیم کی بسم اللہ گاؤں سے ہی ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد، مختلف مدارس سے اکتساب علوم وفنون کیا، اس زمانہ میں مدرسہ بشارت العلوم کھرایاں پتھرا ضلع دربھنگہ شمالی بہار کا عظیم تعلیمی وتربیتی ادارہ سمجھا جاتا تھا، وہاں بھی آپ نے تعلیم پائی، اور ممتاز طلبہ میں آپ کا شمار رہا۔ بشارت العلوم سے آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور اجلۂ علماء واساتذہ سے حدیث وتفسیر اور دیگر مذہبی علوم کا درس لیا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ سے بخاری شریف پڑھی، شیخ الاسلام کی وفات کے بعد آپ شہرۂ آفاق بزرگ اور محدث شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کی غرض سے مظاہر علوم سہارن پور آگئے، اور حضرت شیخ سے حدیث شریف کی بقیہ کتابیں پڑھیں، ۱۹۵۸ء میں آپ نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کی، فراغت کے کچھ دنوں بعد پنجاب میں تدریسی اور تعلیمی خدمات پر ایک بڑے مدرسہ میں معمور ہوئے، آپ نے وہاں زبردست محنت کی، سنت نبوی کی احیاء کی تحریک چلائی، اور اسلامی شعائر کے تحفظ وبقاء کے لئے تدریس کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں میں بیداری پیدا کی، ۱۹۶۰ سے ۱۹۶۵ تک شہر پنجاب جمعیۃ علماء کے صدر رہے، مگر وہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی اور مستقل بیمار رہنے لگے، جس کی وجہ سے وطن واپسی کا فیصلہ کیا، واپسی کے بعد مدرسہ حسینیہ پروہی، پتونا، واسراہی کی تدریسی خدمات میں مصروف ہوگئے، آپ نے اپنی منفرد طرز تدریس اور جہد مسلسل سے مدرسہ کو عروج بخشا اور ۱۹۷۲ء میں صدر المدرسین منتخب ہوئے۔ اپنی زندگی کے قیمتی چالیس سال مدرسہ کے لئے وقف کیا، مدرسہ بورڈ سے ملحق ہونے کے باوجود دور دراز سے طلبہ کی بھیڑ جمع ہوتی، لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ بورڈ کا مدرسہ ہے، آپ کی اصولی زندگی کے اثرات درس وتدریس کے ساتھ مدرسہ کے انتظام وانصرام پر بھی نمایاں تھے، مولانا کا زمانہ تدریس مدرسہ کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا اور یاد کیا جائے گا۔

مولانا علمی حمیت وغیرت اور عالمانہ وقار کے نہ صرف پاسدار؛ بلکہ اس کے داعی بھی رہے، کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے، اپنی بات پوری قوت اور دلیل کے ساتھ کہنے کے عادی تھے، جب حق سامنے آجاتا تو اس پر مضبوطی سے جم جاتے، گھبراہٹ اور احساس شکستگی کے کبھی شکار نہ ہوئے؛ بلکہ شکست کی پرواہ کئے بغیر قدم آگے بڑھاتے رہے۔

نہ صرف گاؤں؛ بلکہ پورے خطہ اور وسیع علاقہ کے لئے آپ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، مشکل مسائل کا حل آپ کے پاس موجود ہوتا، خواہ وہ علمی مسئلہ ہو یا سماجی، فلاحی اور معاشرتی، جب تک آپ کی صحت رہی علاقہ آپ سے استفادہ کرتا رہا، دنیاداروں کی خوشامد تو کیا ان سے بلا ضرورت میل جول اور ان کے ساتھ نشست وبرخاست کے بھی خلاف رہتے، لالچ، حرص وطمع سے بالکل پاک زندگی گذارنے کے خوگر تھے، قدرت نے آپ کو قناعت پسندی اور توکل کا وافر حصہ عطا کیا تھا، علاقائی مسائل کے ساتھ ملکی اور قومی مسائل سے بھی پوری واقفیت رکھتے، اور ممکن حد تک مفید مشورہ دیتے، امارت شرعیہ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، اس ادارہ کو ملت کی سخت ضرورت بتاتے، جب بھی امارت شرعیہ کا کوئی کارکن یا ذمہ دار آپ کے پاس پہونچ جاتا تو آپ ان کے لئے فرش راہ بن جاتے، اکابرین کی خیریت دریافت کرتے، امارت شرعیہ کی نئی سرگرمیاں معلوم کرتے اور مناسب مشورہ دیتے، تنظیم کے کام سے امارت شرعیہ کے مبلغ جب اس حلقہ میں پہونچتے تو زیادہ تر ان کے طعام وقیام کا انتظام آپ ہی کے یہاں رہتا، آپ امارت شرعیہ کی مجلس ارباب حل وعقد کے معزز رکن بھی تھے، فقیہ الامت حضرت مولانا مجاہدالاسلام قاسمی قاضی شریعت ونائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سے گہرے مراسم تھے، قاضی صاحب کو بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا، وہ مولانا کے مشورہ کو بغور سنتے اور نافذ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قاضی صاحب اس علاقہ کے دورے پر تھے، دوران سفر مولانا کی طرف بھی قاضی صاحب کا رخ ہوا، قاضی صاحب جب ان کے پاس پہونچے تو امارت شرعیہ کی گاڑی کے بجائے کسی سیاسی لیڈر کی گاڑی پر سوار تھے، مولانا کو اتنا ناگوار گذرا کہ اپنے پر قابو نہ رکھ سکے اور قاضی صاحب سے کہہ بیٹھے کہ یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، اگر آپ کے پاس اپنی سواری نہ تھی تو پیدل آتے یا ہمیں خبر کرتے، ہم گاڑی کا نظم کرتے، قاضی صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس قدر اصرار کیا کہ میں ان کی گاڑی میں بیٹھنے پر مجبور ہوگیا، مدرسہ محمود العلوم دملہ جو شمالی بہار کا قدیم تعلیمی ادارہ ہے، جہاں خود قاضی صاحب نے تعلیم پائی اور بعد میں تاحیات اس کے سرپرست رہے، قاضی صاحب نے اس ادارہ کا مشیر اور رکن آپ کو منتخب فرمایا، بلکہ کچھ دنوں تک مولانا اور اس حلقہ کے ایک اور معتبر عالم دین حضرت مولانا ہارون صاحب سابق صدر المدرسین مدرسہ اشرف العلوم پرسونی کو وہاں کا کارگزار مہتمم بھی بنایا، باضابطہ مہتمم کے متعین ہونے تک یہ دونوں حضرات محمود العلوم کے جملہ انتظامی امور کو بحسن وخوبی نبھاتے رہے، آپ تادم حیات اس ادارہ کی مجلس شوری کے رکن بھی رہے۔ علماء کی عزت اور ان کی ضیافت آپ کا خصوصی وصف تھا، کسی بھی ادارہ کے سفیر یا استاذ گاؤں میں پہونچ جاتے تو ان کی ضیافت اور رہنمائی آپ اپنے ذمہ لیتے، اور منظّم طور پر چندہ کرواتے، گاؤں کی مسجد کی تعمیر جدید، قبرستان کی گھیرابندی اور جنازہ گاہ کے لئے زمین کی خریدگی یہ سب آپ کی خصوصی محنت اور توجہ کا نتیجہ ہے، آپ نے پنچانوے سال کی اپنی طویل حیات کو مکمل طور پر ملی کاموں میں مصروف رکھا، طول العمری کے باوجود آپ کے عزائم اور ارادے ہمیشہ بلند رہے، ادھر چند ماہ سے ایک مہلک مرض میں مبتلاء ہوئے، لیکن آپ کے رکھ رکھاؤ اور طرز زندگی سے کوئی محسوس نہیں کرپاتا کہ آپ اس طرح کے مرض میں مبتلاء ہیں، صوم وصلوۃ کا اہتمام ،روزانہ کے معمولات، ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کی پابندی ہمیشہ رہی، ۲۰۰۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی آپ کو ملی۔

۲۵/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء روز جمعہ کو آپ نے زندگی کی آخری سانس لی اور بعد نماز عصر اپنی جاں جاں آفریں کے حوالہ کردی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پس ماندگان میں ہزاروں شاگردوں کے علاوہ پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں آپ کی رحلت سے نہ صرف ایک خاندان، ایک گاؤں؛ بلکہ پورا خطہ سوگوار ہوگیا، بڑی مشکل سے کام کے افراد ملتے ہیں، خاص طور سے یہ دور قحط الرجال ہے، باکمال انسانوں کی تلاش وجستجو میں پاؤں تھک جاتے ہیں، آنکھوں سے پانی نکل پڑتے ہیں؛ مگر مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، ایسے وقت میں مولانا کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ۔۔۔ تب خاک کے پردہ سے انساں نکلتے ہیں

مساجد شعائر اسلام

محمد امام الدین قاسمی

مساجد روئے زمین پر سب سے بہتر حصہ ہیں، نیز انہیں بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر بھی کہا جاتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کا مرکزی مقام یہی مسجدیں ہیں، مسجد وہ مقدس جگہ ہے، جہاں خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جاتی ہے اور مسجد ہی زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے پاکیزہ، متبرک اور بہترین جگہ ہے، قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بے شمار مقامات پر مسجد کی اہمیت اور قدرو منزلت کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أحب البلاد إلی اللہ مساجدھا و أبغض البلاد إلی اللہ أسواقھا“. (مسلم، کتاب المساجد) (روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مساجد ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔)

مجمع الزوائد میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ”المساجد بیوت اللہ فی الأرض تضیء لأھل السماء کما تضیء نجوم السماء لأھل الأرض“. (۱۹۲۶) (مسجدیں زمین میں اللہ کا گھر ہیں آسمان والوں کے لیے وہ ایسے ہی روشن ہوتی ہیں جیسے زمین والوں کے لیے آسمان کے تارے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جنت کی بشارت دی، جو اللہ کی رضا کے لیے مسجد کی تعمیر و ترقی میں کوشش کرے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے: ”من بنی مسجدا یبتغي به وجه اللہ بنی اللہ له بیتا فی الجنة“. (صحیح البخاری: ۱/۶۴، باب من بنی مسجدا) (جو شخص اللہ کی رضا کے لیے مسجد بناتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس جیسا جنت میں گھر بنائے گا۔)

اسلام میں مسجد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تو مدینہ پہنچنے سے قبل قبا میں قیام پذیر ہوئے تو وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی، جس کا ذکر قرآن کریم نے خود کیا ہے، پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمین خرید کر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ جو شخص مسجد کو آباد رکھے، اس کے لیے حکم ہے کہ اس کے ایمان کی گواہی دی جائے، چنانچہ ترمذی شریف کی روایت ہے: عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا رأیتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا له بالإیمان فإن اللہ تعالیٰ یقول: ﴿إنما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر﴾. (سنن الترمذی: ۲/۹۰، باب ماجاء فی حرمة الصلاة) (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی الہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کا بہت خیال رکھتا ہے تو اس کے حق میں ایمان کی گواہی دو، کیوں کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ مسجدوں کو تو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا۔)

مساجد اللہ کے گھر ہیں، وہاں اسی کی عبادت کرنی چاہیے، قرآن کریم میں ہے: ﴿وان المساجد للہ فلا تدعو مع اللہ احداً﴾ (سورۃ الجن: ۱۸) (مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔)

معلوم ہوا کہ مختلف مکان کے الگ مقاصد ہوتے ہیں، گھر رہائش کے لیے ہوتا ہے، آفس انتظامی کاموں کے لیے مدارس و اسکول تعلیم و تربیت کے لیے، اسی طرح مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے ہیں، جیسے نماز، ذکر، تلاوت اور اعتکاف نیز دینی تعلیم و تربیت بھی مسجد میں انجام دی جاسکتی ہے، کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور صحابہ استفادہ کیا کرتے تھے۔

مسجد کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں سے کہوں کہ وہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جاکر ان کے گھروں کو جلادوں، چنانچہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے: عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لقد ھممت أن آمر بالصلاة فتقام ثم آمر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق معی برجال معھم حزم من حطب إلی قوم لا یشھدون الصلاة فأحرق علیھم بیوتھم بالنار“. (۱/۸۱) نیز ابوداؤد شریف ہی کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر، قالوا: وما العذر؟ قال: خوف أو مرض لم تقبل منه الصلاة التی صلی“. (۱/۸۱) (جو شخص اذان سن کر مسجد میں جماعت کے لیے بغیر کسی عذر کے نہ پہونچے (اور گھر میں نماز پڑھ لے) تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی ہے۔)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تمام زمینیں ختم ہوجائیں گی، سوائے مسجدوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہوجائے گی۔ ”عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: تذھب الأرضون کلھا یوم القیامة إلا المساجدفإنھا یضم بعضھا إلی بعض“. (مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۱۹۳) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسجدیں قیامت تک مسجد ہی کی حیثیت سے باقی رہیں گی، یہاں تک قیامت میں بھی باقی رکھی جائیں گی۔

اعتکاف جیسی عبادت کا تعلق بھی مسجد سے ہے، یعنی اعتکاف کا مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ ”ولا اعتکاف إلا فی مسجد جامع“. (سنن أبی داؤد، باب الاعتکاف: ۳۳۵)

واضح رہے کہ مسجد جامع سے مراد مسجد جماعت ہے، یعنی وہ مسجد جس میں لوگ جماعت سے نماز پڑھتے ہوں۔ جب قرآن و حدیث سے مسجد کی افضلیت ثابت ہے تو تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ جہاں کہیں اور جس ملک میں بھی مساجد ہیں، ان مساجد میں لوگوں کو اللہ کا نام لینے سے نہیں روکنا چاہیے اور نہ ہی مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیوں کہ قرآن کریم میں ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے، جو مسجدوں میں لوگوں کو اللہ کا نام لینے سے روکے اور ان مساجد کو برباد کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمه وسعی فی خرابھا اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۱۴) (اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اور اس کو ویران کرنے کے درپے ہوں، ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے کہ وہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوں۔)

آخری بات ان لوگوں سے ہے جو کالونی اور نئے محلات بنانے کا کام کرتے ہیں کہ وہ جہاں مکانات کے لیے زمین تعین کریں، وہاں مسجد کے لیے ضرور زمین متعین کریں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجد بناؤ۔ ابوداؤد شریف کی رویت ہے: ”أمر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ببناء المساجد فی الدور وأن تنظف وتطیب“. (سنن أبی داؤد، باب اتخاذ المساجد فی الدور، رقم الحدیث: ۴۵۵) (محلوں میں مسجدیں بناؤ (یعنی جہاں نیا محلّہ آباد ہوں، وہاں مسجد بھی بناؤ) اور انہیں پاک وصاف رکھو اور خوشبو لگاؤ۔) ان آیات و روایات سے معلوم ہوا کہ مساجد شعائر اسلام ہیں، وہاں باجماعت نمازوں کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کی صفائی وستھرائی پر خاص توجہ دینی چاہیے۔

امیر شریعت سابع

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم

: شاھنواز احمد خان ، ھزاری باغ

سینہ کائنات کے رازداں حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم پر لکھنے والے لکھ رہے ہیں، آپ کی اُولوالعزمی اور حق گوئی سے صفحاتِ گیتی رشک ارم بنی ہوئی ہے، جس کی رونمائی ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو گاندھی میدان میں ہوئی، پورا ملک انگشت بدنداں رہا، ایک فقیر بے نوا کی آواز نے قصرا کبری میں رعشہ پیدا کردیا تھا، آئین اکبری کے رقم طراز ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گیے، دین الٰہی کی بنیاد، اکبر کی زندگی ہی میں زمین بوس ہوگئی، آج سیاست نے جو تماشے کھڑے کیے ہیں وہ آئین اکبری ہی کا ایک شاخسانہ ہے، مورخ کو کیا معلوم کہ مجدد علیہ الرحمۃ کب خضر راہ بن کر ہماری رہنمائی کے لیے میدان کارزار میں کود پڑیں، اس ملت سخت جان پر مصیبتوں کے طوفان اٹھتے رہے ہیں، لیکن ہواؤں نے ہی فانوس کی حفاظت کی ہے۔

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے، قاری آئیں پڑھیں اور سبق لیتے جائیں۔ یہی وہ سلسلہ رحمانی ہے جس کے مؤسس، قطب ربانی، شیخ بحرو بر نے، قادیانیت، مرزائیت اور بر رنگ دیگر احمدیت کے ہر رنگ کو کھرچ کھرچ کر ہٹادیا، ہر جگہ قادیانیوں کو منہ کی کھانی پڑی، اگر ابھی بھی کچھ کرچیاں باقی ہیں تو اس کے چننے والے بھی ہاتھ میں کوڑے دان اٹھائے ہوئے پھر رہے ہیں تاکہ غلاظت سے زمین کا ہر گوشہ پاک ہوجائے، مسلم مجلس مشاورت ہو، رحمانیہ تھرٹی ہو، یا پھر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ہر جگہ حضرت کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے، راقم السطور کے نام ایک خط موصولہ ۵/فروری ۲۰۰۲ء میں ذرا اس مرد جلیل کی جلالت ایمانی ملاحظہ کیجئے۔ ”......لیکن معاملہ یہ ہے کہ دباؤ روز بروز بڑھتا جارہا ہے اور مدرسہ والوں کی طرف سے ہو کا عالم، ”اللہ رے سناٹا! آواز نہیں آتی“ کی کیفیت؛ واقعہ یہ ہے کہ میں نے بعض جماعتوں کو متوجہ بھی کیا، تاکہ اس بار گراں کو وہ اٹھاسکیں، لیکن جب بات کسی طرف بنتی نظر نہیں آئی تو

”ہم نے اپنے آشیاں کے واسطے — جو چبھے دل میں وہی تنکے چنے“

یہ خط ایک خاص پس منظر میں لکھا گیا ہے، جب اہل مدارس کو آئی ایس آئی کا اڈا بتایا جارہا تھا، میں نے حضرت سے کچھ سوال کیے تھے، جس کے جواب میں حضرت کا جواب نذر قارئین کیا گیا ہے، اسی خط میں وہ آگے لکھتے ہیں۔ ”ابھی تو لوگوں کو ایسا محسوس ہورہا ہے کہ طنابیں کس دی گئی ہیں اور اللہ کی پھیلائی ہوئی زمین تنگ کی جارہی ہے، مدرسہ والے بیچارے ہیں، حیران و پریشان ہیں، اور ہر اُگنے والا سورج کچھ نئی خبروں میں اضافہ کردیتا ہے، جن سے جراحت دِل میں کچھ اضافہ ہی ہوجاتا ہے، لیکن یہ بھی ایک پکی حقیقت ہے کہ ہر تاریک رات صبح کا پیغام دیتی ہے۔“

یہ خط کیا ہے ایک آئینہ ہے جس میں ہم آج کی تصویر دیکھتے ہیں، کوئی سولہ سال پہلے حضرت نے اپنی فراست مومنانہ سے آج کی تصویر کا مشاہدہ کیا تھا، یہی ہے خانقاہ رحمانیہ کی عظمت، یہی ہے قطب ربانی حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی دیدہ وری اور اسی امتیاز پر ہم سب کو ناز ہے، امارت شرعیہ کی پوری ٹیم جو امارت سے لے کر گاؤں گاؤں تک پھیلی ہوئی ہے، حضرت امیر کے اشارہ کو سمجھتی ہے، سبھی دل و جان سے منشائے امارت پر قربان ہیں، جس کے اظہار کے لیے کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ دعا ہے حضرت امیر کی خدمات حسنہ ملک وملت کے لیے نافع ثابت ہوں، آج کے ایام رست و خیز میں، امت مسلمہ کی شیرازہ بندی جہاد اکبر سے کم نہیں ہے، مسالک کے مخمصے، کسی نادیدہ ہاتھ کے اشارے پر، ہماری جماعتوں کو درہم برہم کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ہمیں اس خفیہ سازش کو سمجھنا ہے، اس سازش نے ہماری مسلکی موشگافیوں کا سہارا لے کر، ہر چہار اطراف سے ہلہ بول دیا ہے، ہمارے پائے استقامت لڑکھڑا رہے ہیں، خارجی طاقتیں ہمارے داخلی انتشار کو ہوا دے رہی ہیں، ہمیں حضرت امیر شریعت کی قیادت و سیادت میں فراست مومنانہ سے کام لے کر، داخلی انتشار کو، بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے، کلمہ واحدہ ہی وہ نسخہ ہے جس پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر ہم تمام مخالف قوتوں کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرسکتے ہیں۔

صفحہ اول کا بقیہ

عدلیہ، انصاف اور دار القضاء

پارلیمنٹ کے سابق اسپیکر سری سومناتھ چٹرجی کی پختہ رائے ہے کہ عدلیہ کے افراد بھی اس ایکٹ کے دائرہ میں آتے ہیں، اورانہیں بھی اپنی جائیداد کی تفصیل پیش کرنی چاہئے۔

مختلف وجوہ کی بناپر عدالتوں کے نظم کو مرحلہ وار بنایا گیا ہے۔اور مقامی عدالتوں کے بعد ضلع کی عدالتیں ہیں، پھر صوبہ کی عدالتیں اور سب کے اوپر سپریم کورٹ ہے، یہ مرحلے اس لئے بھی بنائے گئے ہیں، تاکہ مدعی یا مدعا علیہ کو''انصاف ملنے میں'' کسی کمی کوتاہی کا احساس ہو، تو وہ عدالت بالا سے رجوع کرسکے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ہماری عدالتوں میں انصاف بہت دیر سے ملا کرتا ہے اور انصاف تک پہونچنے کے مرحلے بہت گراں ہوگئے ہیں۔عدالتوں پر کاموں کا بوجھ روز بروز بڑھتا جارہا ہے، اور وکلاء کی فیس، بڑے شہروں میں رہنے اور مقدمہ کی پیروی کے لئے ہونے والے گرانبار اخراجات بعض دفعہ کمزور حقداروں کو حق سے دستبردار ہونے اور تھک کر گھر بیٹھ جانے پر بھی مجبور کردیتے ہیں۔

عدالتوں میں وکیلوں کی فیس لاکھ دولاکھ روپئے عام بات ہے، پھر وکلاء کی باہمی ملی جلی تدبیروں اور دیر سے فیصلہ کرانے کی تکنیک کی وجہ سے بھی فیصلوں میں بہت دیر لگ جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے کورٹ کا یہ بھی ریکارڈ ہے کہ ایک مقدمہ کا فیصلہ ۱۳۶ سال پر ہوا، جب کہ مدعی اور مدعا علیہ کی کئی پشتیں ختم ہوگئیں، اس دوران ملک غلامی سے آزاد ہوا، اور حکومتوں پر حکومتیں بدلتی رہیں، جج آتے اور جاتے رہے، فیصلہ ٹلتا رہا اور جب فائنل فیصلہ ہوا تو ۱۳۶/سال گذر چکے تھے، حکومت اور عدالتوں کو بھی اس ''تاخیر'' کا پورا احساس ہے، اس لئے ہر سطح پر ججوں کی تعداد بڑھائی جارہی ہے، نئے نئے صوبے بنے تو ان کے ہائی کورٹ بھی نئے بنے، اس طرح عدلیہ کو چست درست بنانے اور جلد انصاف دلانے کا جذبہ اور عمل جاری ہے۔

عدالتوں میں پھر بھی فیصلہ میں بڑا وقت لگ جاتا ہے، میرے علم میں ایک پڑھے لکھے گھرانہ کا عائلی مقدمہ ہے، جن میں بیوی اور شوہر دونوں معیاری تعلیم یافتہ تھے، اور شادی کورٹ سے رجسٹرڈ کرائی گئی تھی، دو اولاد بھی ہوئی، مگر علیحدگی کی ضرورت پڑگئی، طلاق کا اختیار کورٹ کو تھا، معاملہ زیریں عدالت میں پہونچا تو بات علیحدگی سے زیادہ اسباب علیحدگی کی آگئی، پھر گھر کے قضیے عدالت میں بیان ہوئے اور اندرونی جھگڑوں نے عدالت میں رگڑے کی شکل لی، اور ایسی بحثیں ہوئیں، کہ اللہ کی پناہ! تقریباً تیرہ سال بعد نچلی عدالت سے فیصلہ ہوا تو معاملہ اوپر کی عدالت میں لے جایا گیا، تاریخ پہ تاریخیں!۔

ع آہ کو چاہیے ایک عمر اثر ہونے تک

مجھ سے ملاقات ہوگئی تو صاحب معاملہ کہنے لگے کہ '' آپ کے یہاں اچھا ہے کہ طلاق دیکر چھٹکارا ہوجاتا ہے، یا خلع اور فسخ کی راہ بن جاتی ہے، میں ریٹائرڈ ہوجاؤں گا تب دوسری شادی کی نوبت آسکے گی۔''

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں کاموں کا بوجھ اتنا بڑھ چکا ہے کہ لاکھوں مقدمات برسوں سے فیصلہ کے انتظار میں ہیں، اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان عدالتوں میں چالیس لاکھ سات سو چوالیس سے زیادہ مقدمات پنڈنگ ہیں، مقدمات کو جلد نبٹانے کیلئے مرکزی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد پچیس سے بڑھا کر تیس کردیجائے، لیکن خود سپریم کورٹ میں جتنے مقدمات زیر سماعت یا زیر فیصلہ ہیں، ان کی مجموعی تعداد کے مقابلہ میں پانچ ججوں کے اضافہ سے کوئی بڑی تبدیلی نظر آنے والی نہیں ہے، اضافی تعداد تھوڑے سے مقدمات کے تصفیہ میں آسانی پیدا کرسکیں گے، اور فیصلہ کی رفتار کچھ بڑھ جائے گی۔ جب کہ انصاف کا تقاضہ ہے کہ سپریم کورٹ کی رفتار کم از کم سو فیصد تیز کی جائے، تاکہ روزانہ جتنے مقدمات سپریم کورٹ میں آرہے ہیں کم از کم روزانہ اتنے ہی مقدمات فیصل ہوتے رہیں، پھر بھی جو مقدمات پنڈنگ ہیں ان کے فیصلہ کی راہ نکالنا سپریم کورٹ اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔!

ابھی صرف سپریم کورٹ میں ۴۳۷۲۸ مقدمات (تقریباً چوالیس ہزار) ججوں کی نظر التفات کے طلبگار اور فیصلہ کے انتظار میں ہیں، اگر جج صاحبان پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ کام پر جٹ جائیں اور ہر ایک جج روزانہ ایک فیصلہ دیتا چلا جائے تو بھی سپریم کورٹ کے موجودہ مقدمات کے فیصلہ میں کم وبیش نو سال لگ جائیں گے۔ پھر اس پورے نو سال میں جو مقدمات سپریم کورٹ میں دائر ہوں گے ان کا کیا ہوگا؟ زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا۔؟ اس لئے معزز سپریم کورٹ سے فیصلہ پانا

''آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک''

سے بھی زیادہ لانبا معاملہ ہوتا چلا گیا ہے!

ہائی کورٹس کا معاملہ بھی کم اندوہناک اور وحشت ناک نہیں ہے۔ ملک کے ہائی کورٹس میں ۳۹۵۷۰۱۶ (تقریباً ساڑھے انتالیس لاکھ) مقدمات بستوں میں بند ہیں، ان بستوں کی گنتی روز بڑھتی جارہی ہے، جج بھی مجبور ہیں، فیصلے کے جو آداب ہیں ان کی پذیرائی کے بغیر فیصلے کس طرح قلمبند کرسکتے ہیں۔ جب تک حقیقت ان کے سامنے نہیں آجاتی اور سارے مرحلے گذر نہیں جاتے، ان کا قلم بند رہتا ہے اور ہائی کورٹس میں مقدمات کے بستوں کا انبار لگتا چلا جارہا ہے، روز جتنے مقدمات دائر ہوتے ہیں ان کی آدھی تعداد بھی فیصلہ ہونے والے مقدمات کی نہیں ہے، اس لئے ہائی کورٹس میں زیر فیصلہ اور زیر سماعت مقدمات کا وزن بڑھتا رہے گا۔ زیریں عدالتوں میں بھی فیصلوں کی رفتار بہت سست ہے، ابھی ان عدالتوں میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ (۲۵۵۰۴۹۲۶) مقدمات پینڈنگ ہیں، اور جو سسٹم کام کررہا ہے اس کے پیش نظر ان کی تعداد بڑھنے کے امکانات روشن ہیں۔ صورتحال اس درجہ سنگین ہے کہ گرچہ دہلی کی عدالتیں تیز رفتار کام کرنے کے لئے نیک نام ہیں اور زیریں عدالتوں نے بھی قابل قدر اور یادگار فیصلے رقم کئے ہیں۔ پھر بھی دہلی کے چار ضلعوں کی عدالتوں میں ابھی ۸۹۷۳۷۳ مقدمات زیر غور ہیں، نہیں کہا جاسکتا فیصلے کب ہوں گے۔ اور کتنے برس لگیں گے۔ (پینڈنگ مقدمات کی تفصیل ایس این بی کی ریلیز مورخہ ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء سے ماخوذ)

یہ ساری حقیقتیں عدالتوں اور حکومتوں کی نگاہ میں ہیں، اسی لئے انصاف جلد دلانے کے لئے مختلف قسم اور درجوں کے کورٹ بنائے گئے ہیں، مختلف ڈپارٹمنٹ کے اپیلیٹ کورٹ ہیں، محکمہ ٹیلی فون کا ڈپارٹمنٹل کورٹ ہے، بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے کنزیومر کورٹ ہے، اور مرکز اور صوبہ سے لے کر ضلع کی حد تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، اس میں جوڈیشیل سروس کے علاوہ سماجی کارکن، قانون داں اور دانشور بھی فیصلہ کرنے والوں میں شامل ہوتے ہیں، چاہے انہیں قانون سے اچھی واقفیت ہو، یا نہیں، ہر ضلع میں لوک عدالت بنائی گئی ہے اس میں جوڈیشیل سروس کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، اس عدالت کے ارکان میں وکیل کے علاوہ سوشل ورکر بھی ہوتے ہیں، جو قانون نہ جانتے ہوئے بھی فیصلہ میں شریک ہوتے ہیں، اس کورٹ میں زیادہ تر قرض اور زمین کے معاملات آتے ہیں۔

اسی طرح فاسٹ ٹریک کورٹ کا نظم کیا گیا ہے، جسے ویوہار نیایالے (عملی عدالتیں) کہا جاتا ہے، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ فیصلے جلد اور کم خرچ ہوں، فیملی کورٹس بھی بنائے گئے ہیں۔ جن کا دائرہ فیملی امور تک محدود ہے اور اب پنچایتی راج نظام کے تحت ہر ایک سرپنچ کو مختصر ٹریننگ کے بعد فیصلہ کا اختیار دیا جاتا ہے، یہ سرپنچ فیملی معاملات کا بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں فیصلہ کیا کرتے ہیں، مکھیا اور وارڈ ممبر، سمیتی ممبر کے الیکشن کے نتیجہ میں ہر گاؤں ذہنی اعتبار سے الگ الگ شخصیتوں کے گرد گھومتا ہے، ان کے درمیان سرپنچ پر فیصلہ کی ذمہ داری دی گئی ہے، جو لازمی طور پر کسی ایک حلقہ اور گروپ سے وابستہ ہوتا ہے، جس کی تعلیمی لیاقت اور صلاحیت کا کوئی معیار نہیں ہے، وہ کتنے صحیح اور غیر جانبدار فیصلے کرسکتا ہے؟ وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کریگا، یا انصاف کو شہید کرے گا؟ اس پر کسی بھی رائے زنی کی ضرورت نہیں ہے! حکومت نے ان سارے سسٹم کو نافذ کیا ہے، تاکہ دوسرے معاملات کے ساتھ ساتھ فیملی معاملات جلد طے پائیں، حکومت نے فیملی معاملات کے فیصلہ کا اختیار ان لوگوں کو بھی دیا ہے، جس کا علم نہ ہونے کے برابر اور جنکی غیر جانبداری شک وشبہ کے دائرہ میں رہتی ہے۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ حکومت ہند نے ناگا قبائل سے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں ان کے رواجی قوانین کو بڑی اہمیت دی گئی، یہ رواجی قوانین نہ مذہبی ہیں اور نہ لکھے ہوئے ہیں، اس معاہدہ کے تحت ناگا قبائل کے قوانین کو نہ پارلیمنٹ کے ذریعہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ان پر اثر انداز ہوسکتا ہے، ناگا قبائل کی پنچایت کا فیصلہ ناگاؤں کے لئے فائنل ہے اور معاہدہ کے تحت عدالتیں ان فیصلوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرسکتیں۔

مختلف ذاتوں کی اپنی اپنی پنچایت ہے، جہاں ان معاملات کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس ذات سے تعلق رکھنے والے شادی بیاہ، تقسیم جائیداد قرض اور ادائیگی قرض کے جھگڑے، مار پیٹ جیسے معاملات کے فیصلے ایسی پنچایت میں ہوتے ہیں اور سماجی تنظیم کے بل بوتے پر انہیں نافذ کیا جاتا ہے، ان فیصلوں میں سماجی بائیکاٹ، جرمانہ اور جسمانی سزا شامل ہے! ان میں خاص طور پر گوجر سماج، مینا سماج، مارواری سماج کی الگ الگ علاقوں میں پنچایتیں ہیں، جو فیصلے کیا کرتی ہیں، اسی طرح دلت سماج میں علیحدہ علیحدہ ذاتوں کی علاقہ وار پنچایت کا عام رواج ہے، مختلف علاقوں میں آدیباسیوں کی بھی پنچایت موجود ہے، جو آدیباسی رواج اور روایت کے پیش نظر فیصلے کرتی ہے اور عام طور پر اسے جھگڑا توڑ کہا جاتا ہے۔

ہماری حکومتیں ان پنچایتوں یا عدالتوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتیں، اور نہ ہمارا جوڈیشیل سسٹم انہیں اپنا حریف مانتا ہے، نہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان پنچایتوں کی وجہ سے اسٹیٹ اندر اسٹیٹ کی صورتحال پیدا ہورہی ہے، بعض پنچایتوں کے فیصلوں کو عدالت میں بھی پیش کیا جاچکا ہے۔ اور عدالت نے فیصلوں کی تحسین بھی کی ہے، عدالتیں یہ سمجھتی ہیں کہ پنچایتوں کے ایسے فیصلوں کا مقصد قانون کو ''اپنے ہاتھ میں لینا'' نہیں ہے، بلکہ ''اعتماد و یقین'' کی بنیاد پر سماجی جھگڑوں کو مٹانا ہے، الگ الگ ذاتوں، قبیلوں اور علاقوں کے رسم و رواج کی اگر اس ذریعہ سے حفاظت ہوتی ہے، تو اس کی وجہ سے کوئی ''آئینی بحران'' نہیں پیدا ہوتا۔ اور نہ قانون کی زبان اسے ''لاقانونیت'' قرار دے سکتی ہے۔ یہ ''کثرت میں وحدت'' کا اظہار ہے اور ''کثرت'' کے یہ پہلو ہماری جمہوریت کا ''حسن'' ہیں۔

اسی جمہوری حسن کی حفاظت ہمارے وطنی آئین نے کی ہے، ملکی قانون میں اس کا پرتو موجود ہے، اور نہ صرف مذہب اور زبان بلکہ تہذیب وثقافت، رسم و رواج کی حفاظت کے واضح اشارے آئین ہند میں درج ہیں۔ ملک کو متحد رکھنے، یہاں کی ''کثرت'' کو برقرار رکھنے اور ہر ایک طبقہ میں تحفظ اور ترقی کے احساس کو باقی رکھنے کیلئے ہمارے دور اندیش قانون سازوں نے بعض چھوٹی تہذیبی اکائیوں کے رسم و رواج کو اتنی ہی اہمیت دی، جتنا ان اکائیوں کے افراد سوچ سکتے تھے۔ جس کی بہت واضح مثال ناگا قبیلہ سے حکومت ہند کی بات چیت اور پھر مصالحت ہے، ان مصالحتی نکتوں کو پڑھیے! لگتا ہے، جیسے دو ملکوں کے سربراہوں میں کوئی معاہدہ ہورہا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک چھوٹی اکائی کو یقین دلانا تھا کہ '' آپ کے رسم و رواج ہمیں ہندوستان کے قانون سے کم پیارے نہیں ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ ناگا (جن کی کل آبادی تقریباً؟ ہے) تہذیب اور رسم و رواج کو آئینی تحفظ دیا گیا اور دستور ہند میں ترمیم کی گئی، دستور کے الفاظ یہ ہیں: ''قانون سازوں (جس میں سب سے آگے ہمارے محبوب وزیر اعظم جواہر لال نہرو تھے) نے یہ اقدام ''خوش کرنی'' یا تشٹی کرن کی مد میں نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ اقدام اس لئے کیا گیا تاکہ ملک کے چھوٹے بڑے قبائل یہ محسوس کریں کہ اپنے وطن میں سب لوگ اپنے مذہب، اپنی تہذیب، اپنے رسم و رواج کے ساتھ محفوظ ہیں۔

وطن عزیز ہندوستان میں فیصلے کرنے اور انصاف پانے کے یہ بہت سے طریقے ہیں، جن میں بہت سارے سرکاری ہیں اور اچھی خاصی تعداد غیر سرکاری کی بھی ہے، یہ غیر سرکاری عدالتیں یا پنچایتیں بھی انصاف کرتی ہیں۔ اور متعلق لوگ ان کے فیصلوں کو رضا کارانہ قبول کرتے ہیں۔ سرکاری عدالتیں نہیں سمجھتیں اور نہ حکومت یہ مانتی ہے کہ یہ پنچایتیں یا عدالتیں سرکاری عدالتوں کے متوازی ہیں، یا ان کی وجہ سے اسٹیٹ اندر اسٹیٹ کی صورت پیدا ہورہی ہے، پورے ملک میں پھیلی چھوٹی چھوٹی پنچایتیں سرکاری عدالتوں کے بوجھ کو ہلکا اور کام کو آسان کرتی ہیں۔ پھر آربٹریشن ایکٹ Arbitration Act خود غیر سرکاری طریقۂ فیصلہ کی ہمت افزائی کرتا ہے، اور ثالثی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ انصاف پانے کی راہ کو قانونی تحفظ دیتا ہے۔

ان شکلوں کی موجودگی میں گھریلو امور کے حل اور اختلافات کو دور کرنے اور مسلمانوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ پانے کے لئے دار القضاء کے نظم کو قائم کرنا مفید ہے، اور اسے پھیلانا سماجی برائی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے، اور نہ صرف آربٹریشن ایکٹ کے پیش نظر دار القضاء کو ایک مفید سماجی سسٹم ماننا چاہئے، بلکہ حکومت کے طرز عمل ''آسان فیصلہ اور جلد فیصلہ'' کے زاویہ نظر سے اسے دیکھنا چاہئے۔ دار القضاء کے قاضی شرعی علم، اصول شہادت اور رفع نزاع کے ماہر اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، وہ دیانت اور عدالت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، اور تصفیہ کے کام کو خدا کی رضا اور باہمی جھگڑوں کو مٹانے کے جذبہ سے کیا کرتے ہیں۔☆☆☆☆

کانگریس کے لیے کرو یا مرو کی صورت حال

راجدیپ سر دیسائی (روزنامہ ہندوستان ٹائمز ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۸ء) **ترجمہ: سید محمد عادل فریدی**

گذشتہ چار سالوں سے جب بھی کسی اہم ریاست میں الیکشن ہوتے ہیں تو اسے وزیراعظم نریندر مودی اور ان کے دست راست امیت شاہ کے لیے امتحان قرار دے دیا جاتا ہے، سچ یہ ہے کہ ۲۰۱۵ء میں بہار اور دہلی کی شکست، پنجاب میں بی جے پی کی حلیف اکالی دل کی شکست اور ۲۰۱۷ء میں گوا و منی پور میں جوڑ توڑ کر بنائی گئی حکومت اور چوری سے حاصل کیے گئے مینڈیٹ کو چھوڑ دیں تو ان دونوں کی قیادت میں بی جے پی نے اب تک اپنے زیادہ تر امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔

اس لیے اب اس کہانی کو پلٹنے کی ضرورت ہے۔ اب یہ کہنا چاہیے کہ ۲۰۱۸ء میں ہونے والے الیکشن دیگر چیزوں کے علاوہ راہل گاندھی کا سخت امتحان ہے کہ کیا ان کے اندر ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں مودی مخالف مورچے کی قیادت کرنے کی قابلیت ہے یا نہیں۔ گذشتہ ایک سال میں ان کے لیے اچھی خبر یہ رہی کہ وہ گجرات الیکشن میں بی جے پی کو دو ہندسوں تک سمیٹنے، اور کرناٹک میں جوڑ توڑ کر کے حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گجرات میں انہوں نے اخلاقی فتح حاصل کی۔ اب ان کے اور کانگریس کے سامنے پانچ ریاستوں کی لڑائی ہے، جہاں ناکامی کے لیے ان کا کوئی بہانا نہیں چلے گا۔

ملک کی سب سے بڑی پارٹی اور ایک وقت میں ملک کی سب سے طاقت ور پارٹی کانگریس کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ صرف پونے تین ریاستوں میں ہی اقتدار میں ہے۔ پنجاب اور میزورم میں اس کی حکومت ہے، کرناٹک میں حکومت میں نصف اور پوڈوچیری میں چوتھائی حصہ داری ہے، ۲۰۱۹ء کے بڑے الیکشن سے پہلے یہ کوئی بہت اچھی بنیاد نہیں ہے، یاد رہے کہ بی جے پی ۲۰۰۳ء میں راجستھان، چھتیس گڑھ اور مدھیہ پردیش کا الیکشن جیتنے کے باوجود ۲۰۰۴ء کے جنرل الیکشن میں ہار گئی تھی، کھیل میں کئی بار کامیاب ہونے کے لیے فارم میں رہنا ضروری ہوتا ہے، سیاست میں بنے رہنے کے لیے آپ کو حسب حال ہونا یعنی حالات کے مطابق ڈھلنا پڑتا ہے۔ کانگریس کو اگر ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں حاشیہ پر ہونے سے بچنا ہے تو الیکشن کے اگلے دور کو چیلنج کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔ حوصلہ بلند کرنے اور تبدیلی کی مضبوط آواز بننے کے لیے پانچ میں سے کم از کم تین ریاستوں میں اسے الیکشن جیتنا ہوگا۔

چار ماہ پہلے کرناٹک الیکشن میں الیکشن کا نتیجہ نکلنے کے بعد کیے گئے اتحاد سے سبق لے کر ایسا لگ رہا تھا کہ ان پانچ ریاستوں میں کانگریس علاقائی پارٹیوں کے ساتھ مل کر عظیم اتحاد قائم کر سکتی ہے، لیکن علاقائی پارٹیوں کے تضادات اور قومی سطح پر پیدا ہونے والے توقعات کی وجہ سے یہ عظیم اتحاد بننے سے پہلے ہی بکھرتا نظر آرہا ہے۔ کانگریس سے دور جانے والوں میں سب سے پہلے تیلنگانہ کے وزیراعلیٰ کے چندر شیکھر راو تھے جہاں اب ان سے کانگریس کا سیدھا مقابلہ ہوگا۔

ممتا بنرجی بنگال کانگریس کو ایک بوجھ کے طور پر دیکھتی ہیں، جسے وہ نہیں اٹھانا چاہیں گی، شرد پوار کے پاس محدود راستے ہیں، لیکن ہمیشہ کی طرح وہ ان کو بہت احتیاط سے آزمائیں گے، بے چین نتیش کمار نے لگتا ہے کہ فی الحال بی جے پی کے ساتھ رہنے کا من بنا لیا ہے، اور سیاسی ہوا کا رخ پہچاننے والے رام ولاس پاسوان بھی شاید یہی کرنے والے ہیں۔

بے شک ریاستوں کے انتخابات میں کانگریس کے ساتھ اتحاد نہ کرنے کا مایاوتی کا فیصلہ بی جے پی مخالف اتحاد کے لیے سب سے بڑا جھٹکا ہے، کیوں کہ وہی تو بنگلور میں جون میں ہونے والے عظیم اتحاد کے اعلان کے دوران توجہ کا مرکز تھیں، اور سونیا گاندھی خود ان کو میڈیا کے سامنے لائی تھیں، شاید انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ قومی سطح پر ان کا قد گذشتہ الیکشن میں لوک سبھا الیکشن میں ایک بھی سیٹ نہ جیت سکنے سے نہیں ناپا سکتا، بہن جی نہ صرف اتر پردیش کی سیاست کی اہم کھلاڑی ہیں اور سماجوادی پارٹی کے ساتھ ان کا کھیل بدلنے والا ممکنہ اتحاد ابھی بھی پٹری پر نظر آرہا ہے، اس کے علاوہ مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ سمیت آدھے درجن صوبوں میں ان کا اہم ووٹ بینک ہے ملکی سطح پر حزب مخالف کے خیمے میں دلتوں کو جمع کرنے کے ساتھ ان ریاستوں میں بی جے پی اور کانگریس کی سیدھی ٹکر میں وہ کانگریس کو فائدہ دلانے والے اہم ووٹ دلا سکتی ہیں، لیکن مایاوتی کی اہمیت غیر متوقع بنے رہنے میں ہی ہے، جس کی وجہ سے وہ قلیل مدتی اتحاد کرتی رہتی ہیں، اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے کانگریس کے ساتھ کثیر مدتی اتحاد سے منع کر دیا ہے، خواہ ان کے فیصلے کے پیچھے ان کچھ معاملوں کا دباؤ ہے جن کا سامنا انہیں اور ان کے خاندان والوں کو کرنا پڑ رہا ہے، یا پارلیمانی الیکشن تک اپنے سبھی راستے کھلے رکھنے کی سوچی سمجھی حکمت عملی، مگر حقیقت تو یہی ہے کہ مایاوتی نے ایک مضبوط پیغام دے دیا ہے کہ موجوہ حالات میں کانگریس ایسا بھروسے مند پارٹنر نہیں ہے جو ٹرن کی گارنٹی دے سکے۔

۲۰۱۹ء کے الیکشن میں اگر مودی کی قیادت والی بی جے پی کو اصلی اور مضبوط ٹکر دینی ہے تو راہل گاندھی اور کانگریس کو ملکی پیمانے پر اگلے دو مہینوں میں یہ تصور مٹانا ہوگا کہ کانگریس زبردست تنزلی کی راہ پر گامزن ہے، بی جے پی کے اقتدار والی ریاستوں مدھیہ پردیش، راجستھان اور چھتیس گڑھ میں سے ہر ایک ریاست میں مختلف سطحوں پر اقتدار مخالف رجحانات کے بے شمار ثبوت موجود ہیں، میزورم میں علاقائی پارٹیوں کے ساتھ بی جے پی کے اتحاد کے باوجود کانگریس ملکی سطح کی اہم کھلاڑی ہے، دوسرے لفظوں میں کہیں تو پانچ ریاستوں کے الیکشن میں کانگریس کے لیے ففٹی ففٹی کا چانس ہے۔ اس کے باوجود ایسا لگ رہا ہے کہ کانگریس کمزور انتخابی مشینری کی وجہ سے یہ موقع گنوا دے گی، کانگریس کی یہ مشین بی جے پی کے فارمولا ون ماڈل کے سامنے ٹوٹی پھوٹی سیکنڈ ہینڈ کھٹارا کار دکھائی دے رہی ہے۔ بی جے پی کو اقتصادی طور پر مضبوط ہونے کا فائدہ تو ہے ہی، لیکن پیسے کی طاقت ہمیشہ نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔

کانگریس کو پارٹی کے اندرونی معاملات پر بھی دھیان دینا ہوگا، کیا ٹکڑوں میں بٹی ہوئی اس کی مدھیہ پردیش اکائی متحد ہو کر کام کرے گی؟ کیا سچن پائلٹ اور اشوک گہلوت راجستھان میں وزیراعلیٰ کے عہدے کے لیے ہو رہی زبردست رسہ کشی سے اوپر اٹھ پائیں گے؟ کیا خواب خرگوش میں محو تیلنگانہ کانگریس الیکشن سے پہلے نئی توانائی کے ساتھ کھڑی ہو سکے گی؟ چھتیس گڑھ میں ایک طرف اس کے سابق وزیراعلیٰ اجیت جوگی کھیل بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں تو دوسری طرف مضبوط قیادت کا فقدان پارٹی کی امیدوں پر پانی پھیر سکتا ہے۔ میزورم میں بھی بغاوت کو روکنے سے عاجز ہونا اس کو مہنگا پڑ سکتا ہے۔

لیکن سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ پارٹی کے چیف کمپینر (chief campaigner) ہونے کی حیثیت سے کوئی بڑی ریاست کانگریس کی جھولی میں ڈال سکتے ہیں؟ حالیہ چند مہینوں میں کانگریس صدر نے اپنے جارحانہ تیور سے لڑائی کو مودی خیمے کے اندر لے جانے کی ہمت دکھائی ہے اور انہیں بیک فٹ پر جانے کو مجبور کیا ہے۔ اس سے انہیں سرخیاں تو مل گئی ہیں، لیکن ووٹروں کا ساتھ کتنا ملتا ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ اس تناظر میں نومبر دسمبر ۲۰۱۸ء کانگریس کے لیے آر پار کی لڑائی ہو سکتی ہے، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ کانگریس کے لیے یہ کرو یا مرو کی صورت حال ہے۔

ضمیمہ: کولکاتا میں حال ہی میں ایک پریس کانفرنس میں کانگریس کے ترجمان نے زور دے کر کہا کہ عظیم اتحاد کا شوشہ میڈیا کا چھوڑا ہوا ہے، پارٹی تو صرف ریاستی سطح کے اتحاد پر زور دے رہی تھی، پینل پر موجود ترنمول کانگریس کے نیتا نے کہا کہ بنگال میں ہمیں کوئی اتحادی نہیں چاہئے۔ پینل پر موجود بی جے پی کے ترجمان صرف مسکرا کر رہ گئے، جب میدانی جنگ تیز ہوگی تو آخری فاتح مسکان کس کی ہوگی یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

انسان بیمار ہوئے بغیر کتنا شور برداشت کر سکتا ہے

آواز قدرت کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت خوبصورت نعمت ہے، قدرت کا یہ انمول تحفہ کانوں کے ذریعے ہمیں بھلی لہروں سے محظوظ کرتا ہے اور ہم اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ رب کریم نے انسان میں سننے کی صلاحیت ایک خاص حد تک رکھی ہے لیکن جب یہ آواز حد سے تجاوز کر جائے تو شور بن جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ''شور کی آلودگی'' ایک اہم مسئلہ بن چکی اور اس کی وجہ سے بہت سے نقصانات مرتب ہو رہے ہیں۔ فضائی آلودگی کے بعد شور انسانی صحت کو سب سے زیادہ متاثر کر رہا ہے۔ شور میں سب سے زیادہ پریشان کن ٹریفک کا شور ہے اور اس شور سے فالج اور دل کی بیماریوں میں بے پناہ اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔

کوئی اونچی اور تیز آواز شور کب بنتی ہے اور عام انسان بیمار ہوئے بغیر زیادہ سے زیادہ کتنا شور برداشت کر سکتے ہیں؟ عالمی ادارہ صحت نے اب پہلی بار ایسی حدیں مقرر کر دی ہیں، حد سے زیادہ شور انسانی صحت کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ کسی بڑے اسکول، کھیل کے میدان، بہت مصروف شاہراہ، ریلوے اسٹیشن یا پھر ہوائی اڈے کے قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ شور کتنا بڑا اور تکلیف دہ مسئلہ بن جاتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت یا ڈبلیو ایچ او کے مطابق کسی مصروف شاہراہ پر دن کے وقت گاڑیوں کی آمد و رفت کی وجہ سے اوسط شور ۵۴/ڈیسیبل تک ہونا چاہیے اور ریل گاڑیوں کی آمد و رفت کی وجہ سے ہونے والا شور تو اوسطاً ۵۴/ڈیسیبل سے زیادہ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ ڈبلیو ایچ او کے مطابق ۵۴/ڈیسیبل شور اوسطاً کتنا ہوتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کوئی انسان آہستہ آواز میں کسی دوسرے انسان سے کوئی بات کہتا ہے یا سرگوشی کرتا ہے، تو اس کی آواز کی شدت اوسطاً ۳۰/ڈیسیبل ہوتی ہے۔ اگر ہلکی آواز میں ریڈیو سنا جائے، تو اس سے نکلنے والی آواز کی شدت ۵۰/ڈیسیبل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بجلی کی کسی آری کے چلنے سے نکلنے والی آواز کا شور ۱۰۰/ڈیسیبل ہوتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت نے اس حوالے سے شور کی جن حدودں کا تعین کیا ہے، وہ عام شہریوں کو شور کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی اور صحت کے خطرات سے بچانے کی ایک کوشش ہے۔ ان سفارشات کے ساتھ اس عالمی ادارے کے رکن ممالک کی حکومتوں کو یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ ایسے اقدامات کریں، جن کے بعد عام شہری علاقوں میں شور کو کم سے کم کیا جا سکے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی یورپ کے لیے علاقائی ڈائریکٹر سوزانا یاکب کے مطابق ''بہت زیادہ شور صرف غصے اور پریشانی کی وجہ ہی نہیں بنتا بلکہ یہ انسانی صحت کے لیے بھی ایک حقیقی خطرہ ہے، جو مثال کے طور پر دل اور دوران خون کی کئی بیماریوں کی وجہ بھی بنتا ہے۔''

شور مختلف ممالک میں صرف شہری آبادیوں کو ہی پریشان نہیں کرتا بلکہ یورپ میں تو دیہی اور نیم دیہی علاقوں میں ہوا سے بجلی پیدا کرنے والی تنصیبات بھی بہت زیادہ شور کی وجہ بنتی ہیں۔ ان تنصیبات کے لیے عالمی ادارہ صحت نے اب اپنی طرف سے اوسطاً ۴۵/ڈیسیبل کی حد مقرر کی ہے، عام سڑکوں اور شاہراہوں پر ٹریفک بھی بہت زیادہ شور کی وجہ بنتی ہے، عالمی ادارہ صحت کے مطابق عام انسانوں کی صحت کے لیے خطرہ صرف روزمرہ کی زندگی کا شور ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ شور بھی اتنا ہی خطرناک ہے، جن کی وجہ عام لوگ فارغ وقت کی اپنی مصروفیات کے ساتھ بنتے ہیں۔ اس طرح کے خطرات میں شراب خانوں، نائٹ کلبوں اور کھیلوں کے مختلف مقابلوں کی وجہ سے پیدا ہونے والا شور بھی شامل ہے اور وہ صوتی آلودگی بھی جو بہت اونچی آواز میں موسیقی سننے سے پیدا ہوتی ہے۔ ڈبلیو ایچ او کی سفارشات کے مطابق عام لوگوں کی صحت کو شور کی وجہ سے درپیش خطرات کے ازالے کے لیے لازمی ہوگا کہ ایسے تمام ذرائع سے پیدا ہونے والے شور کو سالانہ اوسط بنیادوں پر ۷۰/ڈیسیبل سے بھی کم تک محدود کر دیا جائے۔ شور کی آلودگی پر قابو پانا نہایت ضروری ہے تاکہ لوگوں میں اس سے پیدا ہونے والے مسائل سے نجات دلائی جا سکے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں شعور بیدار کیا جائے کیوں کہ عوام کے تعاون کے بغیر اس پر قابو پانا مشکل ہے۔ (بحوالہ ڈوئچے ویلے وسائٹی وی)

سید محمد عادل فریدی

انڈونیشیا میں زلزلہ سے مرنے والوں کی تعداد ۲۰۷۳؍ پہنچی

انڈونیشیا کے وسطی سلاویسی صوبہ میں ایک کے بعد ایک زلزلہ کے جھٹکوں اور سنامی کی زد میں آئے لوگوں کی ہلاکتوں کی تعداد ۲۰۷۳ ہوگئی ہے۔ مرنے والوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے، قومی آفات ایجنسی لگاتار ملبوں میں لاپتہ لوگوں کی تلاش کر رہی ہے۔ قومی آفات ایجنسی کے ترجمان سوٹو پو پرو نوگرو ہونے میڈیا کو بتایا کہ متاثرین کی تلاش جاری رکھتے ہوئے مقامی لوگوں کی درخواست پر تلاشی اور بچاؤ مہم جمعہ کو ایک دن کے لئے بڑھائی گئی ہے۔ (یو این آئی)

آنے والے برسوں میں زبردست موسمیاتی تبدیلی

اقوام متحدہ کے ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے ہونے والی موسمیاتی تبدیلی اب نئی شکل میں دیکھنے کو ملے گی اور اب گرم ہواؤں کے تھپیڑے انسانی آبادی کو پریشان کریں گے۔ یونیورسٹی کیتھولک ڈی لیووین کے انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ اینڈ سوسائٹی کی سائنسداں دیبراتی گوہا نے بتایا کہ اب موسمیاتی تبدیلی نئے طور پر دیکھنے کو ملے گی اور آنے والے وقت میں گرم ہواؤں کے تھپیڑے ایک دھماکے کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں گے۔ اس کا زیادہ اثر غریب ممالک پر زیادہ پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ درجہ حرارت کے تئیں انسانی جسم کی برداشت کی ایک خاص حد ہوتی ہے اور موسمی سرگرمیوں پر پسماندہ ممالک کے غریب عوام سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے آنے والے دس برسوں میں لو سے بچاؤ کے موثر طریقے تلاش کرنا ہوں گے۔ (یو این آئی)

دنیا بھر میں بیاسی کروڑ انسان بھوک اور کم خوراکی کا شکار

بھوک کے تازہ ترین عالمی انڈکس کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں ۸۲؍ کروڑ سے زائد انسان بھوک اور غذائی قلت کا شکار ہیں، یہ تعداد بین الاقوامی سطح پر مسلح تنازعات اور جنگوں کی وجہ سے اور بڑھی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھوک کے خاتمے کے لیے کوشاں اور جرمنی سے تعلق رکھنے والی غیر سرکاری تنظیم ''ویلٹ ہُنگر ہِلفے'' یا ''ورلڈ ہنگر ہیلپ'' کی طرف سے ہر سال جاری کیے جانے والے انڈکس کے مطابق اس وقت کرہ ارض پر ۸۲۱؍ ملین انسانوں کو زندہ رہنے کے لیے یا تو کوئی خوراک دستیاب نہیں یا پھر وہ تشویش ناک حد تک کم خوراکی کا شکار ہیں۔ ان میں ۱۲۴؍ ملین انسان ایسے ہیں جو تقریباً فاقہ کشی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۰ء سے لے کر آج تک گزشتہ ۱۸؍ برسوں میں بھوک کے خاتمے کی عالمی کوششوں میں جتنی بھی کامیابی حاصل ہوئی ہے، اسے ان جنگوں اور مسلح تنازعات سے شدید خطرات لاحق ہیں، جو بڑی تعداد میں مختلف خطوں میں پائے جاتے ہیں اور جن میں سے بہت سے برس ہا برس سے حل نہیں ہو سکے۔ اس انڈکس کے مطابق اس وقت دنیا کا بھوک اور کم خوراکی سے سب سے زیادہ متاثرہ خطہ براعظم افریقہ کا زیریں صحارا کا علاقہ ہے۔ عالمی سطح پر کی جانے والی تمام تر کوششوں کے باوجود دنیا میں بھوک کے مسئلے کا سامنا کرنے والے انسانوں کی تعداد گزشتہ تین برسوں سے دوبارہ بڑھ رہی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کرہ ارض اس بات کی اہلیت رکھتا ہے اور اتنے وسیع وسائل بھی دستیاب ہیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو پیٹ بھر کر کھانا مل سکے، آج دنیا میں اتنی ترقی ہو چکی ہے کہ ''بھوک سے پاک دنیا'' کی منزل حاصل کی جا سکے لیکن ایسا اس لیے نہیں ہوتا کہ بار بار اور جگہ جگہ پیدا ہونے والے پرتشدد اور ہلاکت خیز مسلح تنازعات بھوک کے خلاف کوششوں کے ثمرات ضائع کر دیتے ہیں۔ ڈبلیو ایچ آئی ۲۰۱۸ء کے مطابق اس وقت دنیا میں پندرہ کروڑ سے زائد بچے بھی ایسے ہیں، جن کی جسمانی نشو ونما بھوک یا کم خوراکی کی وجہ سے متاثر ہو رہی ہے۔ ان میں سے پانچ کروڑ بچوں کو تو فاقہ کشی کی حد تک بھوک کا سامنا ہے۔ یہ عالمی انڈکس دنیا کے ۱۹۱؍ ممالک کی صورت حال اور وہاں بھوک کے مسئلے کی شدت کو سامنا رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بھوک اور فاقہ کشی کی صورت حال کے اسباب میں صرف جنگیں، مسلح تنازعات اور شدید نوعیت کی ماحولیاتی تبدیلیاں ہی شامل نہیں بلکہ اس عمل میں مہاجرت، ترک وطن اور زندہ رہنے کے لیے نقل مکانی بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس انڈکس کے مطابق اس وقت دنیا کے مختلف بحران زدہ خطوں میں یا ان خطوں سے تعلق رکھنے والے پونے سات کروڑ سے زائد انسان اپنی جان بچانے کے لیے اپنے اپنے آبائی علاقوں سے رخصت ہو کر ملکی یا بین الاقوامی مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اپنی جانیں بچانے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دینے پر مجبور انسانوں کی یہ اتنی بڑی تعداد ہے، جتنی پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

دبئی میں شوہر کا فون دیکھنے کے جرم میں بیوی کو تین ماہ جیل کی سزا

متحدہ عرب امارات میں ایک خاتون کو بلا اجازت اپنے شوہر کا فون دیکھنے اور اس کا سارا ڈیٹا کاپی کرنے کے الزام میں تین ماہ کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔ اس سے قبل شوہر نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ جب وہ نیند میں ہوتا ہے تو اس کی بیوی اجازت کے بغیر اس کا فون کھول کر نہ صرف تصاویر اور پیغامات پڑھتی ہے بلکہ اس نے کئی بار پورا ڈیٹا اپنے فون پر منتقل بھی کیا ہے۔ شوہر نے راس الخیمہ کی عدالت کو بتایا کہ بیوی نے اس کی بعض ذاتی معلومات بچوں کو بھی ارسال کیں، جس پر عدالت میں اپنا دفاع کرتے ہوئے خاتون نے کہا کہ شوہر نے اسے اپنے اسمارٹ فون کا پاس ورڈ دیتے ہوئے فون تک رسائی کی اجازت دی تھی، اور یہ بھی کہ اس کا شوہر کسی دوسری عورت سے رابطے میں ہے، وہ اپنے شوہر کو بات کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ چکی ہے۔ اس سے قبل شوہر نے عدالت میں اپنی اہلیہ کی جانب سے اس کی پرائیویسی میں مداخلت کی درخواست دائر کی تھی جو سخت ملکی قوانین کے تحت سماعت کے لیے قبول کر لی گئی۔ اس قانون کے تحت ایک دوسرے پر شک کے باوجود بلا اجازت دوسرے فریق کا فون دیکھنے کی شدید ممانعت ہے۔ یکم اکتوبر کو اس کیس کی درخواست کے بعد سوشل میڈیا پر شدید بحث چھڑ گئی تھی۔ بعض افراد نے قانون توڑنے پر خاتون کو مورد الزام ٹھہرایا تو کچھ نے شوہر کو دوسری عورت سے بات کرنے پر قصوروار قرار دیا۔ تاہم اکثریت کا خیال ہے کہ اپنی رفیقہ حیات کو جیل بھجوانا کسی طور بھی درست عمل نہیں، خواہ بیوی نے بلا اجازت ہی فون کیوں نہ دیکھا ہو۔ (یو این آئی)

صحافت؛ ایک خطرناک پیشہ

ایک رپورٹ کے مطابق رواں برس کے دوران ۷۳؍ صحافی اور میڈیا کارکنان قتل کیے گئے۔ یہ تمام جنگ اور تنازعات کے شکار علاقوں میں رپورٹنگ کے دوران ہی ہلاک نہیں کیے گئے۔ گذشتہ کئی سالوں سے صحافی برادری کو مختلف قسم کی مشکلات اور خطرات کا سامنا ہے۔ صحافیوں کی نمائندہ تنظیم انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس کے مطابق حالیہ عرصے میں متعدد صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا جبکہ کئی کو پابند سلاسل بھی کیا گیا۔ ذیل میں دنیا بھر میں حالیہ عرصے کے دوران جسمانی و ذہنی تشدد کا نشانہ بنائے جانے والے چند اہم صحافیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

وکٹوریہ مارینوا، بلغاریہ: تیس سالہ خاتون ٹی وی پریزینٹر وکٹوریہ مارینوا کو اکتوبر میں بلغاریہ کے شمالی شہر روسے میں بہیمانہ طریقے سے ہلاک کیا گیا۔ انہوں نے یورپی یونین کے فنڈز میں مبینہ بدعنوانی کے ایک اسکینڈل کا پردہ فاش کیا تھا۔

جمال خاشق جی، سعودی عرب: ساٹھ سالہ سعودی صحافی جمال خاشق جی ترک شہر استنبول میں واقع سعودی قونصل خانے گئے لیکن باہر نہ نکلے۔ سعودی حکومت کے سخت ناقد خاشق جی اوائل اکتوبر سے لاپتہ ہیں۔ وہ اپنی طلاق کے کاغذات کی تیاری کے سلسلے میں قونصلیٹ گئے تھے جبکہ ان کی منگیتر باہر گیارہ گھنٹے انتظار کرتی رہیں، لیکن وہ باہر نہ آئے۔ واشنگٹن پوسٹ سے منسلک خاشق جی نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ سعودی حکومت انہیں قتل کرانا چاہتی ہے۔

یان کوسیاک اور مارٹینا کسنیروا، سلوواکیہ: صحافی یان کوسیاک اور ان کی پارٹنر مارٹینا کسنیروا کو فروری میں قتل کیا گیا تھا۔ اس کا الزام ایک سابق پولیس اہلکار پر عائد کیا گیا۔ اس واردات پر سلوواکیہ بھر میں مظاہرے ہوئے، جس کی وجہ سے وزیر اعظم کو اپنے عہدے سے برطرف ہونا پڑا۔ کوسیاک حکومتی اہلکاروں اور اطالوی مافیا کے مابین مبینہ روابط پر تحقیقات کر رہے تھے۔

دافنہ کورانا گالیزیا، مالٹا: دافنہ کورانا گالیزیا مالٹا کی مشہور جرنلسٹ تھیں، جنہوں نے وزیر اعظم جوزف مسکوت کے پناما پیپرز کے حوالے سے روابط کا انکشاف کیا تھا۔ وہ اکتوبر ۲۰۱۷ء میں ایک بم دھماکے میں ماری گئی تھیں۔

والون اور چُو سواو، میانمار: والون اور چُو سواو نے میانمار فوجیوں کے ذریعہ مسلم روہنگیا افراد کی ہلاکت کی رپورٹ شائع کی تھی۔ جس کے بعد انہیں دسمبر ۲۰۱۷ء میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ انتالیس عدالتی کارروائیوں اور دو سو پینسٹھ دنوں کی حراست کے بعد ستمبر ۲۰۱۸ء میں انہیں سات سات سال کی سزائے قید سنائی گئی تھی۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے ۱۹۲۳ء کے ملکی سرکاری خفیہ ایکٹ کی خلاف ورزی کی تھی۔

ماریو گومیز، میکسیکو: میکسیکو کو صحافیوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس ملک میں ۲۰۱۷ء کے دوران چودہ صحافی ہلاک کیے گئے، جبکہ ۲۰۱۸ء میں دس صحافیوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ۳۵؍ سالہ ماریو گومیز کو ستمبر میں ان کے گھر پر ہی گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ حکومتی اہلکاروں میں بدعنوانی کی تحقیقات پر انہیں جان سے مارے جانے کی دھمکیاں موصول ہوئیں تھیں۔

سمین فرامارز اور رمیز احمدی، افغانستان: ٹی وی نیوز رپورٹر سیمین فرامارز اور ان کے کیمرہ مین رمیز احمد ستمبر میں رپورٹنگ کے دوران کابل میں ہوئے ایک بم دھماکے میں مارے گئے تھے۔ افغانستان کو بھی صحافیوں کے لیے خطرناک ملک قرار دیا جاتا ہے۔

مارلون ڈی کاروالہو آراؤجو، برازیل: برازیل میں بدعنوانی کا مسئلہ بہت شدید ہے، ریڈیو سے وابستہ صحافی مارلون ڈی کاروالہو آراؤجو حکومتی اہلکاروں کی کرپشن میں ملوث ہونے کے حوالے سے رپورٹنگ کرتے تھے۔ انہیں اگست میں چار مسلح حملہ آوروں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

شجاعت بخاری، کشمیر: ہندوستانی ریاست کشمیر میں فعال معروف مقامی صحافی شجاعت بخاری کو جون ۲۰۱۸ء میں گولی ماردی گئی۔ بخاری کو دن دہاڑے سری نگر میں واقع ان کے دفتر کے باہر ہی نشانہ بنایا گیا تھا۔ وہ جرمن نشریاتی ادارے ڈوئچے ویلے سے بھی منسلک رہ چکے تھے۔

دی کیپٹل، میری لینڈ، امریکا: ایک مسلح شخص نے دی کیپٹل کے دفتر کے باہر شیشے کے دروازے سے فائرنگ کر کے اس ادارے سے وابستہ ایڈیٹر وینڈی ونٹرز ان کے نائب رابرٹ ہائیسن، رائٹر گیرالڈ فشمان، رپورٹر جان مک مارا اور سیلز اسسٹنٹ ریبکا سمتھ کو ہلاک کر دیا تھا۔ حملہ آور نے اس اخبار کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کر رکھا تھا، اسے جائے وقوعہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔

گوری لنکیش بنگلور، انڈیا: ہندوستان کے جنوبی ریاست کرناٹک کی معروف صحافی گوری لنکیش کو ستمبر ۲۰۱۷ء میں بنگلور میں واقع ان کی رہائش گاہ کے باہر گولی مار کر قتل کر دیا گیا، وہ بنگلور سے کنڑ زبان میں ایک ہفتہ واری جریدہ نکالتی تھیں، جو انہیں ان کے والد سے وراثت میں ملا تھا، لنکیش بی جے پی، آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد سمیت دائیں بازو کے خیالات کے حامی ہندوؤں کی بڑی نقاد تھیں۔ ان کو یقین تھا کہ مذہبی اور اکثریتی سیاست سے ہندوستان کی جمہوری اقدار کو نقصان پہنچے گا۔

رعنا ایوب ممبئی، ہندوستان: ''گجرات فائلس؛ پس پردہ حقائق کا انکشاف'' کی مصنفہ معروف خاتون صحافی ۳۴؍ سالہ رعنا ایوب کی جان لینے کی بھی کئی بار ناکام کوشش ہو چکی ہے، انہوں نے خود بتایا کہ آر ایس ایس، وی ایچ پی اور بی جے پی کی حامی ہندو نواز تنظیموں کی جانب سے ان کو ذہنی اذیت دینے اور کردار کشی کی کئی بار کوشش کی گئی۔ رعنا ایوب نے ''گجرات فائلس'' میں ۲۰۰۲ء کے گجرات فسادات کے مخفی حقائق سے پردہ اٹھایا ہے، نیز نریندر مودی اور امت شاہ کے دور عروج میں ریاست میں جاری انسانیت سوز جرائم اور فرضی انکاؤنٹروں کے متعلق خود مجرموں کی زبان سے سنسنی خیز انکشافات کیے ہیں۔ اپنی تفتیش کے دوران انہیں آٹھ مہینے تک اپنی شناخت پوشیدہ رکھ کر ہندو لڑکی میتھلی تیاگی کے نام سے گجرات میں قیام کرنا پڑا تھا، اس درمیان انہوں نے کئی اہم عہدوں پر فائز افسران سے پوچھ تاچھ کی، اور کافی خطرات کا سامنا کیا۔ ۲۰۰۷ء میں جی ایل سنگھل گجرات پولیس کے ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ عشرت جہاں کے فرضی انکاونٹر کے معاملے میں رعنا نے اپنی ملاقات کے دوران انتہائی ہوشیاری سے سنگھل سے سوالات کیے اور یہ معلوم کیا کہ کس طرح حکومت گجرات اور پولیس اپنے حق میں دیگر لوگوں کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب گجرات فسادات کے سچ کو سامنے لاتی ہے اور Investigative Journalism (تحقیقاتی صحافت) کے خطرات سے بھی روشناس کراتی ہے۔ (ڈوئچے ویلے/ بی بی سی لندن اور دی وائر کے حوالہ سے)

طب و سائنس

ڈینگو سے بچاؤ، علاج اور احتیاطی تدابیر

حکیم نازش احتشام اعظمی

ڈینگو بخار نے تو لوگوں میں ملیریا اور ٹائفائیڈ بخار کو بھی مات دے دی ہے، آج کل ہر کوئی ڈینگو مچھر سے خوفزدہ نظر آتا ہے۔ ڈینگو بخار کی عام علامات تیز بخار، جسم میں شدید درد اور منہ اور بازوؤں پر سرخ دھبے پڑنا ہے۔ ماہرین طب کے مطابق ڈینگو وائرس انسانی خون میں داخل ہوکر سب سے پہلے تلی کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔ تلی انسانی جسم کا وہ عضو ہے جو جسم کا خون صاف کرتی ہے۔ تلی کا اہم ترین کام اینٹی باڈیز بنا کر جسم کے اندر جراثیم کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھانا اور جسم میں پلیٹ لیٹس کی کمی کو پورا کرنا ہے۔ جب ڈینگو وائرس جسم میں داخل ہوتا ہے تو پلیٹ لیٹس اور خون کے سفید خُلیے تیزی سے تباہ ہونے لگتے ہیں اور جب ہزاروں کی تعداد میں تباہ شدہ خون کے سفید خُلیے اور پلیٹ لیٹس تلی میں پہنچتے ہیں تو تلی پر ورم ہو جاتا ہے یہ صورتحال نہ صرف انسانی صحت کے لیے بلکہ زندگی کے لیے بھی خطرناک ہوتی ہے۔

اگر کسی کے جسم پر سرخ دھبے ظاہر ہوں، جسم میں درد ہونا، ہڈیوں، آنکھوں، جوڑوں اور انگ انگ کا درد پایا جائے، تو یہ اشارہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو ڈینگو بھی ہوسکتا ہے، اپنی طرف سے کوئی تشخیص یا فیصلہ کرنے کی بجائے اپنے فیملی معالج سے مشورہ کریں۔

یہ بات یاد رکھیں! ڈینگو بخار سخت فلو کی طرح کی ایک بیماری ہے dengue hemorrhagic fever بخار کی ایک قسم ہے جو زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے جس میں تیز بخار، جگر کا بڑھ جانا اور بیماری کی شدت میں circulatory failure کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس طرح کا بخار اچانک شروع ہوتا ہے اور فلو جیسی علامتیں ظاہر کرتا ہے۔ یہ بخار 2 سے 7 دن تک عموماً رہتا ہے اور درجہ حرارت 104 سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ یہ بات کبھی بھی نہ بھولیں کہ ڈینگو کا کوئی خاص علاج نہیں ہوتا ہے۔ بیماری کی حالت میں مریض کو پانی کا استعمال زیادہ کروایا جاتا ہے۔ ڈینگو بخار ہو جائے تو مریض کو فوری طور پر کسی قریبی طبی مرکز پہنچائیں۔

اس بیماری کی تشخیص اور علاج کسی مستند ڈاکٹر سے ہی کرائیں۔ ڈینگو میں مبتلا مریض کو روزمرّہ غذا کے ساتھ ساتھ زیادہ مقدار میں جوس، پانی، سوپ اور دودھ پلائیں۔ مریض کا درجہ حرارت 102 ڈگری F سے کم رکھیں۔ ڈینگو بخار کے مریض کو مرض کے دوران اسپرین اور بروفین کسی صورت میں استعمال نہ کرائیں۔

سخت بیماری کی صورت میں منہ سے خون آنا

کہا جاتا ہے کہ ڈینگو بخار۔ ڈینگو ''dengue'' اسپینی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی cramp یا seizure کے ہیں، 1950 میں یہ بیماری جنوب مشرقی ایشیاء کے ممالک میں ایک وبا کی صورت میں نمودار ہوئی تھی، جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ خصوصاً بچے ہلاک ہو گئے۔ 1990 کے آخر تک اس بیماری سے ایک اندازے کے مطابق 40 لاکھ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ 1975 سے 1980 تک یہ بیماری عام ہوگئی۔ 2002 میں برازیل کے جنوب مشرق میں واقع ریاست Rio de Janeiro میں یہ بیماری وبا کی صورت اختیار کر گئی اور اس سے دس لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ بات عموماً دیکھنے میں آئی ہے کہ یہ بیماری تقریباً ہر پانچ سے چھ سال میں پھیلتی رہتی ہے۔ سنگاپور میں ہر سال چار ہزار سے پانچ ہزار افراد اس وائرس کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ 2003 میں سنگاپور میں اس بیماری سے چھ افراد کی ہلاکت بھی ہوئی۔ اور جو افراد ایک مرتبہ اس بیماری میں مبتلا ہو جائیں وہ اگلی مرتبہ بھی اس بیماری کا جلد شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ مچھر کے کاٹنے سے پھیلنے والی ملیریا نامی بیماری کی اگلی صورت کہی جاسکتی ہے۔ اس بیماری کے مچھر کی ٹانگیں عام مچھروں سے لمبی ہوتی ہیں اور یہ مچھر قدرے رنگین سا ہوتا ہے۔ یہ بھی دیگر مچھروں کی طرح گندی جگہوں اور کھڑے پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک اس بیماری کی کوئی پیٹینٹ دوا یا ویکسین ایجاد نہیں ہوئی ہے۔ تھائی لینڈ کے سائنسدانوں نے ڈینگو وائرس کی ایک ویکسین تیار کی ہے جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اگرچہ اس ویکسین کے تین ہزار سے پانچ ہزار افراد اور مختلف جانوروں پر تجربے کیے جا چکے ہیں جس کے ابھی تک قدرے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔ 2002 میں سوئس فارما کمپنی اور Singapore Economic Development board نے مشترکہ طور پر اس وائرس کے خاتمے کی دوا تیار کرنے پر کام شروع کیا ہے۔

یاد رکھیں اسلام نے صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دے کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، یہ سچ ہے اگر انسان اپنی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر محلّہ اور ملک کی مجموعی صفائی پر توجہ مرکوز کرے تو آدھی بیماریاں خود بخود نیست و نابود ہو جائیں گی۔

مچھروں کی افزائش کی روک تھام

اپنے گھر اور آس پاس موجود ڈینگو پھیلانے والے مچھروں کا خاتمہ کریں۔ یہ مچھر عام طور پر پانی میں پرورش پاتے ہیں۔ اپنے گھر کے صحن میں موجود کوڑا کرکٹ اور غیر ضروری سامان جس میں بارش کا پانی جمع ہوسکتا ہو وہ ختم کر دیں۔ استعمال شدہ بوتلیں، پرانے برتن، ٹین کے ڈبے اور پلاسٹک بیگ مناسب طریقے سے ٹھکانے لگا دیں تاکہ ان میں بارش کا پانی جمع نہ ہو سکے۔ ایسے پانی میں مچھر پیدا ہوتے ہیں جو ڈینگو پھیلاتے ہیں۔ صاف پانی جمع کرنے والے برتن مثلاً گھڑے، ڈرم، بالٹی، ٹب وغیرہ ڈھانپ کر رکھیں۔ چھت پر پانی والی ٹینکی کو مکمل ڈھانپ کر رکھیں اور پانی کے داخل اور خارج ہونے والے مقام پر جالی کا استعمال کریں۔

گملوں اور پودوں کی کیاریوں میں پانی جمع نہ ہونے دیں۔ گملوں کے نیچے برتنوں کو بھی خشک رکھیں۔ کیونکہ مادہ مچھر وہاں بھی انڈے دے کر اپنی نسل بڑھا سکتی ہیں۔ گھر کے آس پاس پانی جس کی نکاسی ممکن نہ ہو اس میں مٹی کا تیل ڈالیں۔ پانی کے ٹوٹے ہوئے پائپوں کی فوراً مرمت کروالیں تاکہ ان میں سے پانی کا ٹپکنا اور رسنا بند ہو جائے۔ روم ایئر کولر وغیرہ جو استعمال میں نہ ہوں سے پانی خارج کر دیں۔

آخر میں دو باتیں

اول:۔ اسلام نے ہمیں بتا دیا ہے کہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں، لیکن یاد رہے کہ اپنا علاج خود مت کریں، اگر آپ کو دم تعویز یا روحانی علاج بھی کروانا ہے تو ماہر باعمل عامل کے مشورے سے کریں، اگر انگریزی علاج کروانا ہے تو کسی بھی تجربہ کار ایم بی بی ایس کے مشورے سے کریں، اگر آپ دیسی ادویات یا حکمت سے علاج کروانا چاہتے ہیں تو نیم حکیم کی بجائے کوالیفائڈ حکیم کا چناؤ کریں اور حکیم صاحب کی ہدایت پر عمل کریں، اگر آپ دنیا کا بے ضرر طریقہ ہومیوپیتھی سے علاج کروانے کو ترجیح دیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔ یاد رکھیے کوالیفائڈ رجسٹرڈ ہومیوپیتھیک ڈاکٹرز جو تجربہ و مہارت رکھتا ہو۔

ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — راشد العزیری ندوی

پٹنہ میٹرو ریل کیلئے 17887 کروڑ منظور

ریاستی کابینہ نے پٹنہ میٹرو ریل پروجیکٹ اور پلاسٹک کے استعمال پر پابندی سمیت 45 ایجنڈوں کو منظوری فراہم کی۔ محکمہ کے پرنسپل سکریٹری سنجے کمار نے بتایا کہ وزیراعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں کابینہ نے نہ صرف محکمہ شہری ترقیات اور ہاؤسنگ کی میٹرو ریل پروجیکٹ کو مرکز کو بھیجنے سے متعلق تجویز کو منظوری دی، اس کیلئے 17887.56 کروڑ روپئے کی منظوری بھی فراہم کر دی۔ اس کے علاوہ محکمہ ماحولیات اور آب و ہوا تبدیلی محکمہ کی اس تجویز کو بھی منظوری فراہم کردی جس کے تحت ریاست کے سبھی میونسپل کارپوریشن، نگر پریشد اور نگر پنچایت کے حدود کے اندر ہر سائز اور موٹائی کے پلاسٹک کیری بیگ کی تیاری، درآمدگی، اس کی خرید و فروخت اور اس کے استعمال پر مکمل پابندی عائد ہوگی۔ دکانداروں کو پلاسٹک کیری بیگ کے اسٹاک کو ختم کرنے کیلئے 60 دنوں کی مہلت دی گئی ہے۔ پہلی بار پلاسٹک بیگ کے استعمال پر پکڑے جانے کی صورت میں دکاندار پر 2 ہزار روپئے جرمانہ عائد ہوگا۔ دوسری بار 3 ہزار روپئے اور تیسری بار 5 ہزار روپئے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ آخری صورت میں قید کا بھی نظم ہے۔ محکمہ کمرشیل ٹیکس کے تحت پٹرول اور ڈیزل کی ویٹ کی شرح میں تخفیف کی تجویز کو بھی منظوری دی گئی۔ پٹرول میں ویٹ کی شرح 26 فیصد سے گھٹا کر 22.20 فیصد اور ڈیزل میں 19 فیصد سے گھٹا کر 15 فیصد کی گئی ہے۔ محکمہ تعلیم کے تحت وزیراعلیٰ کنیا اتھان یوجنا کے تحت انٹرمیڈیٹ حوصلہ افزائی منصوبہ کے تحت رواں مالی سال 2018-19 میں انٹرمیڈیٹ کے سالانہ امتحان میں کامیاب ہونے والے ہر زمرے کی غیر شادی شدہ لڑکیوں کو فی کس 10 ہزار روپئے یکمشت ادا کرنے کیلئے 2 ارب 49 کروڑ 85 لاکھ 60 ہزار روپئے جاری اور خرچ کرنے کی تجویز کو منظوری دی گئی۔ اس کے علاوہ ریاست کے سرکاری اور منظور شدہ یا اپ گریڈیڈ اقلیتی اسکولوں، مدرسوں اور سنسکرت اور غیر مالی انٹر اسکولوں میں نویں کلاس میں پڑھنے والے طلبا و طالبات کیلئے وزیراعلیٰ سائیکل منصوبہ کے تحت سائیکل کی خریداری کیلئے فی کس 2500 ملنے والی رقم کو رواں مالی سال سے 3000 کرنے کی تجویز کو بھی منظوری دی گئی۔ (عالمی ٹائمز)

ماہ صفر المظفر کا چاند نظر آیا

حضرت مولانا عبدالجلیل قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اعلان کیا ہے کہ ۲۹ / محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰/ اکتوبر بروز بدھ کو پھلواری شریف میں مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے ماہ صفر المظفر کا چاند نظر نہیں آیا لیکن صوبہ بہار کے ضلع مدھوبنی و مشرقی چمپارن کے علاوہ فرنگی محل (لکھنؤ)، راجستھان اور مہاراشٹر وغیرہ میں چاند دیکھا گیا ہے۔ جس کی تصدیق کر لی گئی ہے۔ اس لیے مورخہ ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو صفر المظفر کی پہلی تاریخ قرار پائی۔

رافیل سودا کیسے ہوا؟ سپریم کورٹ کا حکومت سے سوال

سپریم پورٹ نے مرکزی حکومت سے رافیل لڑاکا طیارہ سودے کو حتمی شکل دینے سے متعلق فیصلہ سازی کی کارروائی کی مکمل تفصیلات دستیاب کرانے کو کہا ہے۔ چیف جسٹس رنجن گوگوئی کی صدارت والی جسٹس ایس کے کول اور جسٹس کے ایم جوزف کی تین رکنی بینچ نے اس معاملہ میں دائر ایک مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو اس سودے کو حتمی شکل دینے والے فیصلہ کی کارروائی کی مکمل تفصیلات ایک سیل بند لفافہ میں دینے کو کہا ہے۔ بینچ نے کہا کہ وہ اس وقت مرکزی حکومت کو کوئی نوٹس جاری نہیں کر رہی ہے۔ اس درخواست میں فرانس کی کمپنی دسالٹ کے ذریعہ ریلائنس کو دیئے گئے معاہدوں کی تفصیلات بھی طلب کی گئی ہے۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ میں اب 29 اکتوبر کو سماعت ہوگی۔ (ہمارا سماج ۱۱/ اکتوبر)

پٹری سے اتری ٹرین 7 کی موت

مغربی بنگال کے مالدا ٹاؤن سے دہلی جانے والی 14003 نیو فرخا ایکسپریس ٹرین کے انجن اور 9 کوچ اتر پردیش میں رائے بریلی کے نزدیک ہرچند پور اسٹیشن پر پٹری سے اتر گئے جس کے سبب 7 افراد کی موت جبکہ 12 دیگر زخمی ہو گیے ہیں جن میں سے 6 کی حالت نازک ہے۔ ریلوے کے وزیر پیوش گوئل نے اس واقعہ کی جانچ کرانے اور حادثے میں مارے جانے والے لوگوں کے اہل خانہ کو پانچ پانچ لاکھ اور شدید طور پر زخمیوں کو ایک ایک لاکھ روپے نیز معمولی طور پر زخمیوں کو پچاس ہزار روپے کی امدادی رقم کا اعلان کیا ہے۔

بقیات

بقیہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں قضیہ فلسطین کی گونج............

تجزیہ کار اور مبصرین مسٹر ٹرمپ کے بیان کو اس لیے اہمیت دے رہے ہیں کہ دو ریاستی حل کی تجویز کی حمایت عالمی برادری کا پرانا موقف ہے۔ ٹرمپ حکومت سے پہلے امریکہ بھی اس کا حامی تھا، البتہ دو ریاستی حل کی حمایت میں ٹرمپ کا یہ پہلا باضابطہ اور واضح بیان ہے، ورنہ ابھی تک شرط لگا رہے تھے کہ دو ریاستی حل کی حمایت اسی وقت کریں گے، جب فریقین کے لیے قابل قبول ہوگا، سوال یہ ہے کہ امریکہ پر فلسطینیوں کو اعتماد نہیں رہا، فلسطینی قیادت کہہ چکی ہے کہ وہ امریکہ کی جانب سے تنازع کے حل کی کسی کوشش کا حصہ نہیں بنے گی؛ بلکہ امریکہ کو تنازع کا فریق بنا کر اس کی مصالحت قبول کرنے سے انکار کر چکی ہے اور مذکورہ اجلاس میں بھی فلسطینی صدر نے کہہ دیا کہ متعصب امریکہ مشرق وسطی کے دیرینہ تنازع کا واحد ثالث کار نہیں ہوسکتا۔

دوسری طرف اسرائیل کے وزیر اعظم بار بار کہہ چکے ہیں کہ انہیں اس شرط پر آزاد فلسطینی ریاست کا قیام قبول ہوگا، جب اس کے پاس عسکری طاقت نہ ہو اور وہ اسرائیل کو یہودی ریاست تسلیم کرے، مطلب اسے خود مختاری حاصل نہ ہو، جس طرح ابھی فلسطینی حکومت ہے، اسی طرح رہے، اسرائیل ان فلسطینی علاقوں کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہے، جن پر 1967 کو اپنے قبضے میں کیا تھا جو اسی کے قبضے میں ہیں اور وہاں کافی یہودی بستیاں بن چکی ہیں، جب کہ فلسطینی مقبوضہ القدس کو اپنی آزاد ریاست کی راجدھانی بنانا چاہتے ہیں، ایسے میں جب ایک کو ٹرمپ پر اعتماد نہیں اور جانب دار سمجھتا ہے اور دوسرا سرحدوں والی آزاد و خود مختار فلسطینی ریاست کے قیام کا مخالف ہو، ٹرمپ کا امن منصوبہ کیسا ہوگا اور کس کے لیے قبول ہوگا، یہ دیکھنے والی بات ہوگی، کہیں ماضی کے روڈ میپ کی طرح اس کا بھی حشر نہ ہو؛ کیوں کہ قول وعمل میں تضاد نظر آتا ہے۔ (سہ روزہ دعوت نئی دہلی، ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۸ء)

بقیہ الوداع جسٹس دیپک مشرا............

جس کی اجازت نہ اسلام دیتا ہے نہ مسیحی مذہب اور نہ ہی ہندو دھرم۔ تمام ادیان و مذاہب نے اس کو جرم عظیم کہا ہے، حتیٰ کہ مذہب بیزار بھی ہم جنسی پرستی جیسے فعل کو شنیع تصور کرتا ہے؛ لیکن جسٹس مشرا نے اس کی اجازت دے دی اور یہ نہیں سوچا کہ انسانی وجود کے تمام ڈھانچے پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ .

(۳) **ایڈلٹری**: ۱۵۸/سال قدیم دفعہ: ۴۹۷ جس کے تحت شادی شدہ عورت کے ساتھ اس کے شوہر کی مرضی کے بغیر کسی مرد کے جنسی تعلقات کو جرم مانا جاتا تھا، عدالت عظمیٰ کے پانچ رکنی بینچ جس کی سربراہی جسٹس مشرا کر رہے تھے، نے یہ کہتے ہوئے کہ عورت ملکیت نہیں ہے، یہ قانون دستور آرٹیکل ۱۴ اور ۲۱ کے منافی ہے، اس کو جرم سے خارج کر دیا، مطلب اب کوئی بھی شادی شدہ عورت اور شادی شدہ مرد آپسی رضامندی سے زنا کرتا ہے تو یہ اب جرم نہیں کہلائے گا۔ جسٹس مشرا سے سوال پوچھا جانا چاہیے تھا کہ پھر شادی کا مطلب اور جواز کیا رہ جاتا ہے؟ افسوس ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے یہ سوچنے کی مطلق زحمت نہیں کی، اس سے معاشرہ اور خاندانی نظام بگڑے گا، ملک کے سماجی سسٹم اور اجتماعی ڈھانچے کو سخت نقصان پہنچے گا، اس فیصلے کا تازہ اثر یہ ہے کہ چنئی میں ایک عورت پشپ لتا نے اپنے شوہر کو غیر عورت سے ناجائز رشتہ ختم کرنے کو کہا تو شوہر نے سپریم کورٹ کا حوالہ دے کر کہا: اب یہ کوئی جرم نہیں رہا اور مجھے نہ ہی تم روک سکتی ہے اور نہ میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ پشپ لتا نے خودکشی کر لی، کوئی بھی غیرت مند مرد، یا عورت اپنے شریک حیات کے اس حیا سوز عمل کو برداشت نہیں کرے گا۔ مرد یا تو طلاق دے گا، یا قتل کرے گا، عورت یا تو خودکشی کرے گی، یا شوہر کو منصوبہ بند طریقے سے مڈر کروائے گی، صاف ہے، یہ قانون جرم کو مزید فروغ دے گا، نہ کہ معاشرے کی اصلاح کرے گا۔ .

جسٹس دیپک مشرا کے یہ تین فیصلے ایسے ہیں، جن سے سماج کے تانے بانے بکھریں گے، آنے والی نسلوں میں اضطراب اور بے چینی بڑھے گی، آوارہ مزاج تو خوش ہوگا، مگر شریف النفس اور مہذب انسان مایوس ہوگا اور گھٹن محسوس کرے گا۔ الوداع دیپک مشرا! آپ یاد رکھے جائیں گے مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

اعــــلان مفقــود الخبــــری

● **مقدمہ نمبر ۴۰/۱۶۶۷/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈھاکہ مشرقی چمپارن) سہیمہ خاتون بنت محمد نذیر مقام جادو پور نکارڈاکخانہ کرمہوا تھانہ ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد شہاب الدین ولد محمد سلیم مرحوم مقام وڈاکخانہ جموا تھانہ ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ اس مقدمہ میں مدعیہ نے آپ کے خلاف تقریبا پانچ سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس لئے آپ کو لکھا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں، اور آئندہ تاریخ پیشی ۱۰/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸/نومبر ۲۰۱۸ء روز اتوار کو مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے اور کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کر دیا جائے گا۔ فقط۔ قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۳۷/۶۱۸/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری کھگڑیا) نور جہاں خاتون بنت محمد اسحاق حال مقام چھوٹی جھٹکیا ڈاکخانہ مہیش کھونٹ تھانہ گوگری ضلع کھگڑیا۔ مدعیہ۔ بنام محمد شکیل ولد محمد بشیر مقام کاشی رام وجے نگر ۱۳۳۱ گلی نمبر ۷ ڈاکخانہ گھنٹہ گھر ضلع کھرجی بالاجی بہار دہلی۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء گوگری کھگڑیا میں عرصہ چار سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور عدم ادائے نفقہ وترک کالمعلقہ کا دعوی کر کے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۰/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸/نومبر ۲۰۱۸ء روز اتوار کو خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن دارالقضاء گوگری حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● **مقدمہ نمبر ۴۰/۶۲۱/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری کھگڑیا) ثمینہ خاتون بنت محمد مشرف مقام قطب پور ڈاکخانہ متھراپور تھانہ وضلع کھگڑیا۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد صدام حسین ولد احمد حسین مقام وڈاکخانہ رانکوڈیہہ تھانہ وضلع کھگڑیا۔ اطلاع بنام مدعا علیہ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء گوگری کھگڑیا میں عرصہ پانچ سال سے عدم اداء نان ونفقہ وعدم اداء حق زوجیت اور غائب ولا پتہ ہونے کی بناء پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ مدعا علیہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۰/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸/نومبر ۲۰۱۸ء روز اتوار کو خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن دارالقضاء گوگری حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● **مقدمہ نمبر ۹۳/۱۳۸۲/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر بھوارہ) رخسانہ خاتون بنت عبدالسلام انصاری مقام اندھرا ٹھاری ڈاکخانہ اندھرا ٹھاری تھانہ اندھرا ٹھاری ضلع مدھوبنی۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد حبیب اللہ ولد محمد شفیق اللہ مقام مدھیپور ڈاکخانہ لوہنہ روڈ ضلع دربھنگہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف عرصہ چھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر بھوارہ ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس لئے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۷/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۷۱/۱۸۵۲/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور) اجمیری خاتون بنت عبدالمنان رحمت نگر، کپالی، سرائے کیلا، جھارکھنڈ۔ مدعیہ۔ بنام۔ شاہد انصاری بن منا انصاری ملت نگر، نزد فٹبال میدان کپالی سرائے کیلا جھارکھنڈ۔ مدعا علیہ۔ اطلام بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ مدعا علیہ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں عرصہ ڈیڑھ سال سے لا پتہ ہونے اور نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ لہذا اخبار نقیب کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی مورخہ ۷/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن مع گواہان وثبوت دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● **مقدمہ نمبر ۲۲/۴۱۳/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گرگاواں گڈا) بی بی شبنم بنت محمد عالم مرحوم مقام ہیر ہریا، ڈاکخانہ بھرتا چک تھانہ ہنوارہ وایا مہگاواں ضلع گڈا۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد عابد علی ولد محمد رحمت علی مرحوم محلہ غیبی نگر گلی نمبر ۶/۶ ۷ حفیظ اپارٹمنٹ بھیونڈی ضلع تھانہ، ممبئی مہاراشٹر۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف دارالقضاء گرگاواں گڈا میں عرصہ دراز سے غائب ولا پتہ ہونے نیز نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بناء پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۷/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات پر خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں بوقت ۹/بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں واضح رہے کہ اس تاریخ پر عدم حاضری یا عدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● **مقدمہ نمبر ۱۱/۱۳۹/۳۷ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ للجہ سہرسہ) روشن خاتون بنت محمد غلام رسول مقام بھلاہی جنوب محلہ پوسٹ بھلاہی تھانہ مہشی ضلع سہرسہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد انوار ولد عبد الرزاق مرحوم مقام پرول پور پوسٹ دلدل تھانہ بھیجا ضلع مدھوبنی بہار۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء للجہ سہرسہ میں عرصہ ۱۴/سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ و دیگر حق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۷/ربیع الاول ۴۰ھ مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ اس تاریخ پر حاضر نہ ہونے یا پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۵۵/۱۹۹۶/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دملہ مدھوبنی) شبنم خاتون بنت محمد ہارون مقام و پوسٹ وتھانہ کمتول ضلع مدھوبنی۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد جسیم ولد عبدالرحیم نداف مقام رامپور مرزاپور جگنی ڈاکخانہ رامپور تھانہ سنگھوارہ ضلع دربھنگہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ مذکورہ نے مدعا علیہ کے خلاف عدم اداء نان ونفقہ از تین سال، وزدوکوب شدیدہ، وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کا دارالقضاء دملہ میں دعویٰ دائر کیا ہے، اور فسخ نکاح چاہتی ہے، لہذا مورخہ ۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷/نومبر ۲۰۱۸ء کو وقت ۹/بجے دن دارالقضاء دملہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، بر بناء عدم حاضری وعدم پیروی مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

شہر بتیا اور ڈھاکہ میں نقباء امارت شرعیہ، علماء، ائمہ اور دانشوران کا اجلاس

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق، مورخہ ۱۷/۱۸/نومبر ۲۰۱۸ء کو مغربی چمپارن کے شہر بتیا اور ۱۹/۲۰/نومبر ۲۰۱۸ء کو مشرقی چمپارن کے شہر ڈھاکہ میں ضلع کے نقباء امارت شرعیہ ونائبین، ارباب حل وعقد، ارکان شوریٰ، علماء و ائمہ کرام، مدارس وتعلیم گاہوں کے ذمہ داران، دانشوران وسماجی کارکنان کا دوروزہ اجلاس منعقد ہوگا، جس کی صدارت مفکر اسلام امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ فرمائیں گے، اس دوروزہ اجلاس میں پہلے دن کا اجلاس صرف ضلع کے نقباء ونائبین، ارباب حل وعقد، ارکان شوریٰ پر مشتمل ہوگا، جب کہ دوسرے دن کے اجلاس میں ضلع کے علماء کرام، ائمہ مساجد، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران اور سماجی کارکنان شریک ہوں گے۔ دونوں دن کا اجلاس دونشستوں میں ہوگا؛ جس کی تفصیل سے آئندہ مطلع کیا جائے گا۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ ان شاء اللہ چاروں دن کے اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔ ناظم صاحب نے مزید بتایا کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے ان دواضلاع کے علاوہ دیگر دس اضلاع میں بھی نقباء کے اجلاس اور ان میں اپنی شرکت کی منظوری دی ہے، جس میں مظفر پور، سیتا مڑھی، مدھوبنی، دربھنگہ، نالندہ، نوادہ (بہار) دھنباد، کوڈرما، جمشید پور (جھارکھنڈ) اور راورکیلا (اڈیشہ) کے نام شامل ہیں۔ ان شاء اللہ ہر ماہ دواضلاع میں ایک ساتھ اس اجلاس کا انعقاد ہوگا، ان سارے اجلاس کا بنیادی مقصد نقباء ونائبین نقباء امارت شرعیہ، ارباب حل وعقد اور ارکان شوریٰ کو ان کی ذمہ داری کے تعلق سے بیدار کرنا اور سرگرم بنانا، اور علماء وائمہ کرام دانشوران وسماجی کارکنان کو موجودہ حالات کے پس منظر میں ملی مشکلات سے واقف کرانا اور ان کے حل کے تعلق سے ان کی ذمہ داریاں بتانا اور خود ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھانا ہے، ناظم صاحب نے ان دونوں اضلاع کے نقباء و نائبین، دانشوران، علماء کرام، ائمہ مساجد، مدارس کے ذمہ داران اور سماجی کارکنان سے اپیل کی ہے کہ اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں فکرمندی کا ثبوت دیں۔

امارت پبلک اسکول ترقی کی راہ پر گامزن

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکنڈ ایک دینی وشرعی تنظیم ہے، اس کی خدمات ہر میدان میں ہیں؛ جو محتاج تعارف نہیں ہے، امارت شرعیہ کے تحت اسلامی ماحول میں عصری تعلیم سے قوم کے نونہالوں کو آراستہ کرنے کے لیے کئی ادارے اور اسکول قائم ہیں، انہیں اسکولوں میں امارت پبلک اسکول بنکھنجو گریڈیہ بھی ہے؛ جس کا افتتاح ۱۸/فروری ۲۰۱۸ء کو امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کیا تھا، اب ماشاء اللہ نہایت ہی مختصر وقت میں یہ اسکول ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ۹/اکتوبر ۲۰۱۸ء کو اسکول کے تعلیمی جائزے کے لئے جناب مفتی ثناء الہدی صاحب قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور جناب شمس الحسین صاحب نگراں تعلیم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ گریڈیہ تشریف لائے، امارت پبلک اسکول بنکھنجو گریڈیہ میں ششماہی امتحان ہو رہا تھا، کل چھیاسی طلبہ وطالبات امتحان میں شریک ہوئے اور کچھ بچے بیمار ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے، امتحان کے بعد ہر کلاس میں جاکر بچوں سے سماج، سائنس، کمپیوٹر، حساب اور دینیات وغیرہ سے متعلق سوالات کیا، الحمدللہ نتیجہ اطمینان بخش تھا جس پر مذکورہ حضرات نے اسکول کے اساتذہ اور طلباء وطالبات کو مبارکباد دی اور ساتھ ہی ساتھ کچھ چیزوں کی نشاندہی بھی کی۔ اس موقع سے آفس اور اسکول کے آمد وخرچ کا بھی جائزہ لیا گیا، شہر کے کچھ معزز حضرات بھی موجود تھے جناب مفتی ثناء الہدی صاحب قاسمی کی صدارت میں اسکول ہی میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں جناب شمس الحسین صاحب نے تعلیم پر مزید محنت کے ساتھ ساتھ اسکول کو خود کفیل بنانے پر بھی زور دیا، اسکول میں بچوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو اس کے لئے ٹیچروں اور شہر کے ذمہ دار حضرات سے اپنے طور پر محنت کرنے کو کہا، سبھی نے آمادگی ظاہر کی اور ارادے بھی کئے، جناب مفتی ثناء الہدی صاحب قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے طریقہ تعلیم پر بہت ہی اہم گفتگو کی۔ اس کے بعد مولانا صغیر احمد صاحب کی دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔ دوسرے دن دونوں حضرات نے امارت پبلک اسکول نگڑی رانچی کا بھی تعلیمی وانتظامی جائزہ لیا اور ذمہ داروں کو مفید مشورے اور ضروری ہدایات دیں۔ واضح ہو کہ امارت پبلک اسکول بنکھنجو گریڈیہ اور نگڑی رانچی سی بی ایس ای طرز پر چلنے والے اسکول ہیں، گریڈیہ کا اسکول اقامتی ہے اور یہاں ہاسٹل میں بھی بچے رہتے ہیں۔ جو حضرات اپنے بچوں کو ہاسٹل میں رکھنا چاہیں وہ رکھ سکتے ہیں اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

9304796956,8809490394

جامعہ رحمانی مونگیر میں اجلاس دستار بندی ۱۰/نومبر کو

ہندوستان کے مشہور اور منفرد دینی وتعلیمی ادارہ جامعہ رحمانی مونگیر میں اجلاس دستار بندی ۱۰/نومبر روز سنیچر کو بعد نماز مغرب اپنی عظیم الشان روایت کے مطابق ہونے جا رہا ہے، اجلاس کی صدارت جامعہ رحمانی مونگیر کے سرپرست امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ فرمائیں گے۔ اس موقع پر مشاہر علماء ومشائخ کی تقریریں ہوں گی۔ اور فارغ ہونے والے ۸۲/علماء وحفاظ کے سروں پر دستار فضیلت باندھی جائے گی۔ جامعہ رحمانی مونگیر کو بانی ندوۃ العلماء قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے ۱۹۲۷ء میں قائم کیا تھا، ان کے صاحبزادہ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بانی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اس ادارہ کو بام عروج پر پہونچایا، ابھی یہ ادارہ جید عالم اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے، اب تک اس ادارہ سے سیکڑوں علماء وحفاظ فارغ ہو چکے ہیں، اور دین وملت کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں، اس ادارہ کے بہت سے تربیت یافتہ علماء نے دین وملت کی خدمت میں عالم گیر شہرت حاصل کی ہے۔ دین اور علم سے محبت رکھنے والے تمام فرزندان توحید سے گذارش ہے کہ وہ جامعہ رحمانی مونگیر کے تاریخی اجلاس میں شرکت فرما کر علماء کرام کے مواعظ حسنہ سے فائدہ اٹھائیں، اور اپنے ادارہ کی کارکردگیوں کو اپنی نگاہوں سے دیکھیں، ۱۰/نومبر کی صبح یا شام کو شرکت کی غرض سے تشریف لائیں، عورتوں اور بچوں کا اس موقع پر لانا سخت منع ہے۔

حج فارم ۱۸/اکتوبر سے ۱۷/نومبر تک

حج کمیٹی آف انڈیا سے موصول اطلاع کے مطابق حج ۱۴۴۰ھ (۲۰۱۹ء) کے لیے درخواست فارم پر کرنے کا سلسلہ ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۸ء سے شروع ہو جائے گا، جو کہ ۱۷/نومبر ۲۰۱۸ء تک جاری رہے گا۔ حج فارم حج کمیٹی کی ویب سائٹ www.hajcommittee.gov.in سے بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں، حج فارم پر کرنے سے پہلے حج کمیٹی آف انڈیا کے ذریعہ جاری کردہ ہدایات کا بغور مطالعہ کر لیں، حج کمیٹی آف انڈیا کے ذریعہ جاری کردہ ہدایات کے مطابق حج درخواست فارم کے کالم میں رہائشی زمرے (گرین/عزیزیہ)، اضاحی (قربانی) اور پرواز کے لیے امبارکیشن پوائنٹ کا انتخاب کرنے کے بعد دوبارہ تبدیلی نہیں کی جا سکے گی۔ بہار ریاستی حج کمیٹی نے ریاست بہار سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد سے جو تجارت، تعلیم یا نوکری کی غرض سے ریاست سے باہر مقیم ہیں، اپیل کی ہے کہ وہ حج کا فارم اپنی ریاست بہار سے بھریں، جن افراد کا پاسپورٹ بہار سے باہر کا بنا ہوا ہے اور رہائشی ثبوت کے دستاویزات؛ مثلاً راشن کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس، بجلی بل، ٹیلی فون بل، پانی کا بل، گیس کنکشن، ووٹر آئی ڈی کارڈ، انکم ٹیکس اسسمنٹ آرڈر، امپلائز کارڈ یا آدھار کارڈ میں سے کوئی دستاویز ان کے پاس موجود ہو تو وہ بآسانی ریاست بہار سے حج کا فارم پر کر سکتے ہیں۔ حج کے خواہش مند ایسے افراد جن کے پاس پاسپورٹ نہیں ہے، یا ہاتھ سے لکھا ہوا پرانا پاسپورٹ ہے، یا ۳۱/جنوری ۲۰۲۰ء سے قبل پاسپورٹ کی مدت ختم ہونے والی ہے وہ جلد سے جلد پاسپورٹ کے لیے اپلائی کر دیں اور نیا پاسپورٹ بنوالیں، حج کا فارم بھرنے کے لیے ۱۷/نومبر ۲۰۱۸ء سے قبل کا جاری کردہ اور ۳۱/جنوری ۲۰۲۰ء تک ویلڈ مشین ریڈیبل (Machine Readable) بین الاقوامی پاسپورٹ کا ہونا لازمی ہے۔ پاسپورٹ کے لیے آن لائن اپلائی کرنے کے لیے آدھار کارڈ کے استعمال کو ترجیح دیں، کیوں کہ آدھار کارڈ میں عمر اور پتہ دونوں کی توثیق ہوتی ہے، حج کے ارادے سے پاسپورٹ بنوانے والے سبھی حضرات پاسپورٹ کی درخواست کے لیے پٹنہ میں واقع پاسپورٹ آفس کا ہی انتخاب کریں، علاقائی پاسپورٹ آفس یا پوسٹ آفس کے ذریعہ اپلائی نہ کریں، کیوں کہ اس میں پاسپورٹ بننے میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ ائمہ مساجد اور علماء کرام اپنی تقریروں اور خطبات اور خصوصی مجالس میں فریضہ حج کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالیں اور صاحب استطاعت لوگوں کو متوجہ کریں کہ وہ اس اہم فریضہ کی ادائگی میں تاخیر نہ کریں۔ پاسپورٹ یا حج فارم کے متعلق کسی بھی دشواری کے لیے بہار ریاستی حج کمیٹی کے نمبر 0612-2203315 پر فون کیا جا سکتا ہے۔ ان موبائل نمبرات سے بھی رابطہ ہو سکتا ہے: 8271463343,9308102375,9693638579

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن کا علمی تحفہ

جناب مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب ہمارے عہد کے ایک بڑے مصنف، محقق اور ممتاز اسلامی اسکالر ہیں، عربی، اردو اور انگریزی زبانوں پر مہارت رکھتے ہیں، وہ ایک عرصہ تک خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے شعبہ مخطوطات سے وابستہ رہے اور اس کا تعارف کراتے رہے، وہ خوب لکھتے ہیں اور ڈوب کر لکھتے ہیں۔ اب تک ان کی ایک درجن سے زیادہ وقیع کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اور سیکڑوں علمی وتحقیقی مضامین معیاری رسائل کی زینت بن چکے ہیں، انہوں نے اپنی علمی خدمات کی بنیاد پر ۲۰۱۲ء میں صدر جمہوریہ ہند اور بہار اردو اکیڈمی سے اعزازات وایوارڈ بھی حاصل کیے ہیں، وہ چونکہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، وہ امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ بھی ہیں۔ اسی بنیاد پر انہوں نے امارت شرعیہ کی لائبریری کو اپنی تصانیف ونگارشات کے علاوہ کم وبیش دوسو وقیع کتابیں تحفہ میں عنایت کی ہیں، جو مختلف علوم وفنون؛ سیرت وسوانح، عربی واردو ادب اور عقائد وعبادات سے متعلق ہیں، اس گراں قدر علمی تحفے کے لیے ادارہ ان کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے، اور اللہ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقیات سے نوازے اور صحت وعمر میں برکت عطا کرے۔

امارت شرعیہ کے مبلغ مولانا مزمل حسین قاسمی کا کھگڑیا میں دعوتی واصلاحی دورہ

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے مبلغ مولانا مزمل حسین قاسمی نے ضلع کھگڑیا کے پربتہ بلاک کے کھیرا ڈیہہ گاؤں کے مختلف محلوں کا دعوتی واصلاحی دورہ کیا۔ خصوصا خواتین کے درمیان مولانا موصوف نے اسلام کے بنیادہ عقیدۂ توحید اور شرک وبدعت کی قباحت اور مشرکانہ رسم ورواج کی خرابیوں سے متعلق بیان کیا۔ آپ نے مستورات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کو ایک ماننا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے منت ماننا اور غیر اللہ کے لیے نذر ونیاز اور چڑھاوا چڑھانا مشرکانہ عمل ہے، اس سے ایمان ختم ہو جاتا ہے، اس لیے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو توبہ کرنا چاہئے اور آئندہ اللہ کے علاوہ کسی کے آگے سر کو جھکانا یا نذر ونیاز و چڑھاوا چڑھانا ترک کرنا چاہئے۔ دراصل ایسی خبر ملی تھی کہ اس علاقہ کے لوگ خاص طور پر عورتیں مشرکانہ رسم ورواج میں مبتلا ہیں اور چھٹھ کے موقع پر غیر مسلموں کی طرح منتیں مانتی ہیں اور چڑھاوا چڑھاتی ہیں۔ مولانا کے بیان کو سن کر بہت سے مردوں اور عورتوں نے توبہ کی اور آئندہ چھٹھ یا کسی بھی موقع سے مشرکانہ رسم ورواج میں حصہ نہ لینے کا وعدہ کیا۔

Volume:56/66,Issue:40 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں قضیہ فلسطین کی گونج

اس بار اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سالانہ اجلاس میں فلسطین اسرائیل تنازع پر کم از کم پانچ اہم عالمی شخصیات کی تقریریں ہوئیں، ۱۹۳/رکن ممالک کی موجودگی میں ادارے کے سکریٹری جنرل انتونیو گوٹیرس نے دنیا کو خبردار کیا کہ فلسطین اوراسرائیل کے درمیان جاری محاذ آرائی اورتنازع نے مسئلے کا دو ریاستی حل اور بھی پیچیدہ بنادیا، امریکہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس نے فلسطینی پناہ گزینوں کی امدادی ایجنسی اونروا کی امداد بند کردی، فرانس کے صدر عمانویل میکروں نے کہا کہ فلسطینیوں کے خلاف طاقت کے استعمال، ان کو کچلنے اور یکطرفہ اقدامات سے نہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور نہ مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے، ایسا کرنے سے گریز کرنا ہوگا، مسئلے کا حل فلسطینیوں کے آئینی حقوق اوردو ریاستی حل قبول کرنے میں مضمر ہے، دو ریاستی فارمولے سے بہتر کوئی بہتر حل قابل قبول نہیں ہوسکتا، مذکورہ دونوں تقریروں سے حوصلہ پاکر فلسطینی صدر محمود عباس نے امریکہ پر جانب داری کا الزام لگاتے ہوئے کہہ دیا کہ وہی دو ریاستی حل میں رکاوٹ بن رہا ہے، اور متعصب امریکہ مشرق وسطی کے دیرینہ تنازع کا واحد ثالث کار نہیں ہوسکتا، مقبوضہ القدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے اور فلسطینیوں کی مالی امداد بند کرنے کے امریکی فیصلے واپس لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ٹرمپ انتظامیہ نے ماضی میں کئے گئے تمام امریکی وعدوں سے انحراف کیا اور مشرقی یروشلم ہمیشہ فلسطین کی راجدھانی رہے گا، فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں کی تعمیر روکنے اور فلسطینی شہری آبادی کے تحفظ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ فلسطینی علاقوں میں غیر قانونی تعمیرات جاری رہتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات وقت کے ضیاع کے علاوہ کچھ نہیں، دریں اثناء فلسطین نے عالمی عدالت میں شکایت درج کرائی ہے کہ تل ابیب سے مقبوضہ بیت المقدس امریکی سفارت خانے کی منتقلی ۱۹۶۷ء کے ویانا کنونشن برائے سفارتی تعلقات کی خلاف ورزی ہے، وہ اسرائیل کی ملکیت نہیں، اس پر ناجائز قبضہ ہے، جسے دنیا تسلیم نہیں کرتی، اس لیے سفارت خانہ اسرائیلی ملکیت والے علاقے میں منتقل کیا جائے۔

واضح رہے کہ امریکہ نے پہلے قانون بناکر غیر منقسم یروشلم کی راجدھانی تسلیم کیا اور صدر ٹرمپ نے دسمبر ۲۰۱۷ء میں سفارت خانہ منتقل کرنے کا حکم دیا اور پھر مئی ۲۰۱۸ء میں منتقل کردیا گیا، حالانکہ یونیسکو کے بعد جنرل اسمبلی نے ۲۰۱۲ء میں ہی فلسطین کو غیر رکن مبصر ریاست کا درجہ دے دیا تھا؛ لیکن امریکہ اوراسرائیل تسلیم نہیں کرتے، فلسطین بھی اسرائیل کو ریاست تسلیم نہیں کرتا، جنرل اسمبلی امریکی سفارت خانے کی منتقلی کے خلاف قرارداد بھی منظور کرچکی ہے۔

اقوام متحدہ میں اردن کے فرمانروا شاہ عبداللہ دوم نے بھی کہا کہ القدس صرف اردن کا نہیں پوری عالمی برادری کا مسئلہ ہے، جہاں تاریخی، اسلامی، عرب اور مسیحی تشخص مٹانے کی سازش کی جارہی ہے اور خطے کا سب سے بڑا بحران فسلطین کو حق خودداریت نہ ملنا ہے، اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ فلسطین واسرائیل تنازع کا واحد حل دو ریاستی فارمولہ ہے، اسی سے فریقین کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں، ہم ایسی خودمختار فلسطین ریاست چاہتے ہیں، جس کی سرحدیں ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضے میں لیے گئے علاقوں تک ہو اور اس کی راجدھانی مشرقی القدس ہو، اسرائیل عموما ایسے عالمی پلیٹ فارم پر خاموشی سے نکل جاتا ہے، چنانچہ اسرائیلی وزیر اعظم بنیامن نیتن یاہو نے فلسطین پر بولنے کے بجائے ایران کے خلاف تقریر کی؛ لیکن امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمُ کو بولنا پڑا جو کبھی تنازع کے ایک ریاستی تو کبھی دو ریاستی حل کی بات کرتے اور یکطرفہ قدم صرف فلسطینیوں کے خلاف اٹھاتے ہیں؛ تاکہ دباؤ سے وہ جھک جائیں، وہ اسرائیل کے اقدمات کی حمایت کرتے اور اسے تنازع کے حل لیے کچھ نہیں کہتے، امریکی سفارت خانہ غیر منقسم یروشلم منتقل کرکے اور فلسطینیوں کے خلاف یکے بعد دیگرے یکطرفہ اقدامات کے ذریعے تنازع کو اور بگاڑنے والے امریکی صدر نے اجلاس کے دوران اسرائیلی وزیراعظم سے ملاقات میں اعلان کیا کہ ان کی حکومت مشرق وسطی میں قیام امن سے متعلق اپنے منصوبے کا اعلان دو سے تین ماہ میں کردے گی اور وہ بھی تنازع کا دو ریاستی حل چاہتے ہیں، اسے پسند کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مسئلے کا بہترین حل یہی ہے، بعد میں ایک پریس کانفرنس میں بھی کہا کہ اگر فریقین کی ترجیح ایک ریاستی حل ہے تو اس پر بھی راضی ہیں اور اگر دو ریاستی حل ہے تو اس پر بھی راضی ہوں گے، اپنی پہلی مدت صدارت کے دوران ہی جون ۲۰۲۱ء کے اوائل میں ختم ہوگی، تنازع کا حل تلاش کرنا ان کا خواب ہے، جس کی جانب ان کے بقول کافی پیش رفت ہوچکی ہے، کیا پیش رفت ہوئی، یہ نہیں بتایا، لیکن اتنا ضرور کہا کہ مسئلے کو دوسری مدت صدارت تک نہیں ٹالنا چاہتے۔ اس میں دوسرے کام کریں گے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے
(خاطرغزنوی)

الوداع جسٹس دیپک مشرا

مولانا منصور قاسمی، ریاض سعودی عربیہ

ہندوستان کے چیف جسٹس مسٹر دیپک مشرا اپنے عمل کی مدت پوری کرنے کے بعد ۲/اکتوبر کو سبک دوش ہو گئے۔ موصوف پہلے ایسے چیف جسٹس تھے، جو اپنے فیصلے اور کارکردگی کی وجہ سے ہمیشہ متنازع رہے۔ ان کے خلاف سپریم کورٹ کے چار سینئر جج نے پریس کانفرنس بلائی، حزب اختلاف کے ۷۱/اراکین پارلیامنٹ نے تحریک مواخذہ چلائی۔ انہوں نے طلاق ثلاثہ کو کالعدم، ہم جنس پرستی اور ایڈلٹری (زنا) جیسے فعل قبیح کو درست قرار دیا۔ آئیے دیپک مشرا کے حالات زندگی اور کارکردگی پر تھوڑی تفصیلی نظر ڈالتے ہیں۔

دیپک مشرا ۳/اکتوبر ۱۹۵۳ میں صوبہ اڑیسہ کے ضلع کٹک میں پیدا ہوئے، والد محترم رگھوناتھ مشرا سیاسی لیڈر تھے؛ لیکن دیپک مشرا نے وکالت کا شعبہ اپنایا، ۱۹۹۶ء میں اڑیسہ ہائی کورٹ کے عارضی جج بنے، ۱۹/ دسمبر ۱۹۹۷ء میں مدھیہ پردیش کے مستقل جج بنائے گئے، بعد ازاں ۲۰۰۹ء میں پٹنہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے، پھر دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنائے گئے، جہاں ۲۰۱۱ء تک منصف اعظم بن کر رہے، اس کے بعد دیپک مشرا کے لیے سب سے خوشگوار لمحہ تب آیا جب انہوں نے عدالت عالیہ کے پینتالیسویں چیف جسٹس کی حیثیت سے حلف لیا، حالانکہ ان کا نام پیش ہوتے ہی کچھ صحافی اور دانشوران نے تحفظ کا اظہار کیا تھا۔ منتخب ہونے کے چند ماہ بعد ہی ۱۲/جنوری ۲۰۱۸ء میں عدالت عظمیٰ کے چار سینئر جج جسٹس چیلیمشور، رنجن گوگوئی، مدن لوکر اور کورین جوزف نے ایک کانفرنس طلب کرکے دیپک مشرا کے طرز و انداز اور مقدمات کی تعیین اور طریقۂ کار پر سخت تنقید کی۔ ججز نے کہا: سپریم کورٹ میں انتظامی امور درست نہیں ہے، چیف جسٹس کا رویہ ملک کے لئے خطرہ ہے، سب سے بڑی عدالت میں کیسوں کا بٹوارہ صحیح طریقے سے نہیں ہو رہا ہے، کچھ ججز متعدد آئینی بینچ میں شامل ہیں جبکہ کچھ کو اب تک کسی بینچ میں شامل نہیں کیا گیا، جسٹس چیلیمشور نے کہا: چیف جسٹس اہم کیسیز اپنے پاس ہی رکھتے ہیں، آزاد ہندوستان کی تاریخ میں شاید یہ پہلا واقعہ ہے جب کسی موجودہ چیف جسٹس کے خلاف ان کے ہی سینیر ججوں نے آواز اٹھائی ہو، ہونا تو یہ چاہئے تھا کے الزامات کے بعد خود مستعفی ہوجاتے، یا کام سے رک جاتے، مگر انہوں نے کسی کو خاطر میں نہیں لایا۔

اس کے بعد ۲۰/اپریل ۲۰۱۸ء کو سات حزب مخالف کے ۷۱/اراکین پارلیامنٹ نے نائب صدر جمہوریہ وینکیا نائیڈو کو ایک پٹیشن دے کر دیپک مشرا کے مواخذہ کا مطالبہ کیا۔ لیکن مسٹر نائیڈو نے ارکان پارلیامنٹ کی پٹیشن کو مسترد کردیا۔ بے شک دیپک مشرا کے بعض فیصلے بہت اہم اور تاریخی رہے ہیں، جیسے نربھیا کے مجرمین کو پھانسی کی سزا، پرائیویسی کے حقوق، ماب لینچنگ پر سرکار سے سوال، آدھار ہر جگہ ضروری نہیں لیکن بعض فیصلے بہت متنازع رہے ہیں جیسے: یعقوب میمن کی پھانسی، فلم ہال میں قومی ترانہ، نماز کے لئے مسجد ضروری نہیں، تاہم ان کے وہ تین فیصلے جن سے عوام میں بے چینی بڑھی اور سب نے عدم تحفظ کا اظہار کیا ہے، ہم ان کا سرسری اور تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) **تین طلاق**: ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کو تین طلاقیں دینے کے شرعی قانون کو یہ کہتے ہوئے دیپک مشرا نے غیر آئینی قرار دیا کہ یہ عورتوں پر سراسر ظلم اور انصاف ومساوات کے خلاف ہے، طلاق دینے والے شوہر کو ناقابل ضمانت مجرم قرار دیتے ہوئے تین سال قید بامشقت کا حکم صادر فرماکر اس کو کریمنل ایکٹ بنادیا۔ ٹھیک ہے، مگر منصف وقت نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ اگر شوہر جیل چلا گیا تو اس کے اہل وعیال کے اخراجات کون اٹھائے گا؟ انہوں نے اخراجات کے لئے نہ ہی حکومت ہند کو پابند بنایا اور نہ کوئی دیگر راہ دکھائی، حالانکہ چیف جسٹس صاحب زیادہ جانتے ہیں کہ اس کا تعلق مسلم پرسنل لا سے ہے اور آئین ہند تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر مکمل عمل کی اجازت و اختیار دیتے ہیں، ویسے اس کو قانون نہیں، قانون کے ساتھ مذاق کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ جرم (طلاق) بھی صادر نہیں ہوا اور شوہر کو مجرم قرار دے کر پابند سلاسل بھی کیا جارہا ہے۔

حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

(۲) **ہم جنس پرستی**: جسٹس دیپک مشرا نے دو بالغ افراد خواہ دونوں مرد ہوں یا عورت، ان کے درمیان جنسی تعلق کو قانونا درست قرار دیا، انہوں نے بھارتی پینل کوڈ کے سیکشن ۳۷۷ کو ختم کرتے ہوئے فیصلہ سنایا کہ جو بھی جیسا ہے، اس کو اسی طرح قبول کیا جائے، ہم جنس کو بھی عزت کے ساتھ جینے کا حق ہے، ان کے تئیں سوچ بدلنا ہوگا، ، مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ اس فیصلے میں دیپک مشرا نے مشرقی تہذیب و اقدار کو پس پشت ڈال کر مغربی جنسی بے راہ روی کو ہندوستانیوں پر تھوپ دیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)